سید عزیز الرحمٰن

فصاحت و بلاغت نبوی ﷺ

فصاحت و بلاغت

جب ہم فصاحت و بلاغت کو اکٹھے استعمال کرتے ہیں تو یہ دونوں باہم مترادف بھی بولے جاتے ہیں، لیکن فنی اور لغوی اعتبار سے دونوں کی تعریفیں الگ الگ کی گئی ہیں۔ پھر علاقے اور زمانے کے فرق سے ان کے اطلاقات و اعتبارات میں بھی فرق ہے۔ ذیل میں اس حوالے سے اہم اقوال پیش کیے جاتے ہیں، تاکہ اصل مراد اور صحیح تعریف واضح ہو سکے۔

بلاغت کے لغوی معنی تو وصول و انتہا کے ہیں، کہا جاتا ہے بلغ فلان مراده، جب کسی شخص کو اس کا مقصود حاصل ہو جائے اور بلغ الراکب المدینة، جب کوئی سوار کسی شہر میں پہنچ جائے۔(۱) اور اصطلاح میں بلاغت کلام کی بھی صفت ہے اور متکلم کی بھی۔

بلاغت کلام یہ ہے کہ الفاظ کے مفردات اور پورا جملہ فصاحت کی شرائط کے مطابق ہونے کے ساتھ ساتھ مقتضی حال کے بھی مطابق ہو (۲)

اور بلاغت متکلم اس ملکے کو کہتے ہیں جس سے انسان ایسا بلیغ جملہ کہنے پر قدرت رکھتا ہے جو فصیح ہونے کے ساتھ ساتھ مقتضائے حال کے بھی مطابق ہو۔ (۳)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معاصر اور حکیم العرب اکثم بن صیفی جو خود بھی عرب کا ایک بڑا خطیب تھا بلاغت کی تعریف اس طرح کرتا ہے:

دنو الماخذ وقرع الحجة وقليل من كثير (۴)

الفاظ کا ماخذ قریب الفہم ہو، اسلوب بیان انتہائی موثر اور مختصر الفاظ کثیر معنی کو ظاہر کریں۔

ایک اور معروف خطیب محمد بن عبید بلاغت کی تعریف اس طرح کرتا ہے:

تخير اللفظ فى حسن الافهام .... تقرير حجة الله فى عقول المكلفين و تخفيف المؤنة على المستعين و تزيين تلك المعانى فى قلوب المر يدين بالالفاظ المستحسنة فى الآذان، المقبولة عند الاذهان، رغبة فى سرعة استجابتهم ونفى الشواغل عن قلوبهم بالموعظة الحسنة على الكتاب والسنة (۵)

حسن تفہیم کے لئے منتخب الفاظ کا استعمال اور مکلّف بندوں کے ذہنوں میں اللہ کی حجت کو پیوست کرنا اور سننے والوں کی ذمے داری میں کمی کرنا اور تائید کرنے والوں کے قلوب میں ان معانی کو ایسے الفاظ سے مزین کرنا جو سماعتوں کو بھلے لگیں اور ذہنوں کے لئے قابل قبول ہوں، جن سے کتاب وسنت کی بنیاد پر موعظۂ حسنہ کے ذریعے انہیں قبول کرنے پر آمادہ کرنا اور ان کے دلوں کو مشغول رکھنے والی باتوں کو ان سے نابود کرنا مقصود ہو۔

اور امام ادب اصمعی بلیغ آدمی کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے۔

البليغ من طبق المفصل واغناک عن المفسر (۶)

بلیغ وہ شخص ہوتا ہے جو بات کو کھول کر پیش کرے اور سامع کو مزید کسی وضاحت سے بے نیاز کردے۔

جاحظ نے اہل فارس، اہل یونان، اہل روم اور اہل ہند کے ہاں بلاغت کے مفہوم کے بارے میں مختلف اقوال بھی نقل کئے ہیں، جن سے مختلف اقوام وملل کے ہاں مفہوم بلاغت کے تقابلی مطالعے میں سہولت ہوتی ہے، چنانچہ جاحظ کے بقول اہل فارس کے ہاں بلاغت کا مفہوم ہے۔

معرفة الفصل من الوصل (۷)

فصل ووصل کے مواقع کی آگہی (کا نام بلاغت ہے)

یونانیوں کے نزدیک:

تصحيح الاقسام و اختيار الكلام (۸)

بیان کی تقسیم کا درست ہونا اور کلام کا نپا تلا ہونا۔

رومیوں کے ہاں:

حسن الاقتضاب عند البداهة، والغزارة یوم الاطالة (۹)

فی البدیہہ بولنے کے موقع پر حسن اختصار سے کام لینا اور طوالت کلام کے موقع پر ذہنی زرخیزی (کا نام بلاغت ہے)

اہل ہند کے نزدیک:

وضوح الدلالة وانتهاز الفرصة وحسن الاشارة (۱۰)

واضح استدلال، موقع شناسی اور حسنِ اشارہ (کو بلاغت کہتے ہیں)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے صحار بن عیاش العبدی سے پوچھا کہ بلاغت کس کو کہتے ہیں، اس نے جواب دیا:

ان تجیب فلا تبطیء وتقول فلا تخطیء (۱۱)

جب تم جواب دو تو سستی نہ کرو اور جب کلام کرو تو غلطی نہ کرو۔

ڈاکٹر توفیق الواعی بعض سلف سے یہ تعریف نقل کرتے ہیں:

هی ان تساوی فیها اللفظ والمعنی، فلایکون اللفظ اسبق الی القلب من المعنیٰ ولا المعنی اسبق الی القلب من اللفظ (۱۲)

بلاغت سے مراد کلام میں لفظ و معنی کا برابر ہونا ہے، ایسے انداز سے کہ نہ تو لفظ قلب و ذہن کی طرف معنی سے سبقت کریں نہ معنی لفظ سے سبقت کریں۔ (بلکہ دونوں اکٹھے ذہن میں آئیں)

جب کہ فصاحت کا لغوی اعتبار سے بہت سے معانی پر اطلاق ہوتا ہے، مثلاً بیان اور ظہور وغیرہ، چنانچہ قرآن حکیم میں حضرت موسیٰ کا قول ہے وَاَخِیْ هَارُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ (۱۳) یہاں افصح سے ابین مراد ہے، اسی طرح کہا جاتا ہے افصح الصبی جب بچہ بولنے لگے (۱۴)

اور اصطلاح میں فصاحت کی یہ تعریف کی گئی ہے:

عبارة عن اللفظ البینة الظاهرة المتبادرة الی الفهم، والمانوسة الاستعمال بین الکتاب والشعراء لمکان حسنها (۱۵)

فصاحت اصل میں کلمہ، کلام اور متکلم تینوں کی صفت ہے، اور تینوں کے لئے اس کا مفہوم مختلف ہے۔

کلمے کی فصاحت یہ ہے کہ وہ ان چار عیوب سے پاک ہو،

۱۔ تنافر حروف: یعنی کلمے میں ایسے حروف ہوں، جو سماعت پر گراں گزریں،

۲۔ غرابت استعمال: یعنی کلمہ جس معنی کے لئے استعمال کیا گیا ہے وہ عام طور پر اس سے مراد نہ لئے جاتے ہوں، اور اہل عرب ان معنیٰ میں کلمہ استعمال نہ کرتے ہوں،

۳۔ مخالفت قیاس: کلمہ عربی قواعد کے خلاف استعمال کیا جائے،

۴۔ کراہت فی السمع: کلمہ ایسا ہو جو طبع سلیم کی سماعت پر گراں گذرے، (۱۶)

ان چاروں عیوب سے پاک کلمہ فصیح کہلاتا ہے۔

اور فصاحت کلام یہ ہے کہ کلام کلمے کی فصاحت کے ساتھ ساتھ ان چھ عیوب سے پاک ہو۔

۱۔ تنافر کلمات مجتمعہ: یعنی ہر کلمہ اپنی اپنی جگہ تنافر سے پاک ہونے کے باوجود چند کلمے مل کر ایسی صورت پیش آجائے جو سماعتوں پر گراں ہو،

۲۔ ضعف تالیف: یعنی کلام قواعد نحوی کے خلاف ترتیب دیا گیا ہو،

۳۔ تعقید لفظی: کلام کی ترتیب ایسی ہو کہ بولنے والے کی مراد واضح نہ ہو، اور ایسا اس وجہ سے ہو کہ کلمات میں غیر ضروری فاصلہ ہو، یا ان میں تقدم و تاخر ہو،

۴۔ تعقید معنوی: جملے کی ترکیب ایسی ہو کہ جس سے اس کی معنی مرادی پر دلالت خفی ہو، اور ذہن آسانی سے ان معانی کی جانب منتقل نہ ہو سکے،

۵۔ کثرت تکرار: غیر ضروری طور پر ایک لفظ کو کلام میں بار بار لایا جائے،

۶۔ تتابع اضافات: جملے میں اضافتیں اتنی زیادہ ہوں کہ پورے جملے کے مفہوم کو سمجھنے میں دشواری پیش آئے (۱۷) ان چھ عیوب سے پاک کلام کو فصیح کہا جاتا ہے۔

جب کہ فصاحت متکلم کی تعریف یہ کی گئی ہے:

فصاحت المتکلم عبارۃ عن الملکۃ التی یقتدر بھا صاحبھا علی التعبیر عن المقصود بکلام فصیح فی ای غرض کان (۱۸)

فصاحتِ متکلم ایسے ملکے کو کہتے ہیں جس سے متکلم اپنے مافی الضمیر کو فصیح کلام کے ذریعے بیان کرنے پر قادر ہو جاتا ہے۔

فصاحت و بلاغت میں فرق یہ ہے کہ فصاحت لفظ کا وصف ہے، جب کہ بلاغت الفاظ مع المعانی کا وصف ہے، اس بنا پر ایسا لفظ جو محض ایک ہی معنی پر دلالت کرتا ہو (اور زائد فوائد پر مشتمل نہ ہو) اور اس سے بہتر لفظ کلام عرب میں موجود و متداول بھی ہو وہ بلیغ نہیں کہلا سکتا، اگر چہ وہ فصیح ہو سکتا ہے، اس بنا پر ہر بلیغ کلام فصیح ضرور ہوگا، لیکن ہر فصیح کلام ضروری نہیں کہ بلیغ بھی ہو (۱۹)

بلاغت کے بارے میں کلام کرتے ہوئے اکثر حضرات نے دونوں کو الگ الگ بیان کیا ہے، لیکن بعض حضرات اسے مترادف کے طور پر ذکر کرتے ہیں اور دونوں کا ایک ہی مفہوم بیان کرتے ہیں، چنانچہ ڈاکٹر بدوی طبانہ کا بھی یہی خیال ہے وہ فصاحت و بلاغت کا ایک مفہوم بیان کرتے ہیں اور دونوں میں کوئی فرق نہیں کرتے۔ (۲۰) اسی طرح ڈاکٹر شیخ امین بکری کی بھی یہی رائے ہے جسے انہوں نے البلاغة هي الفصاحة کے عنوان کے تحت تفصیل سے بیان کیا ہے۔ (۲۱) چنانچہ ایک محقق کے الفاظ میں:

> علما کی ایک کثیر جماعت نے بلاغت و فصاحت کے مابین کوئی فرق نہیں کیا اور ان کی رائے میں دونوں الفاظ ایک ہی مقصود پر دلالت کرتے ہیں، سو مافی الضمیر کو (عمدہ اسلوب میں دوسروں تک) پہنچانا ہی فصاحت ہے۔ (۲۲)

کلام فصیح کو فصیح کہنے کی وجہ یہی ہے کہ یہ مقصود پر عمدہ انداز سے دلالت کرتا ہے، اور کسی ابہام اور شائبہ اغماض کے بغیر مافی الضمیر کو مخاطب پر واضح کر دیتا ہے، جسے سمجھنے میں مخاطب کو کوئی دشواری پیش نہیں آتی۔ (۲۳)

فصاحت نبوی ﷺ

رسول اکرم ﷺ کے کلام میں فصاحت و بلاغت کی خوبیاں حد درجہ تنوع رکھتی ہیں، خواہ طویل جملے ہوں یا مختصر، خطبات ہوں یا مکاتیب، ادعیہ ہوں یا روزمرہ کی گفتگو، سوال و جواب ہوں یا مسلسل بیان، کلام نبوی کی بے مثال جزالت و سلاست، نظم الفاظ، حسن ترکیب یہ سب ہی ایسی خوبیاں ہیں جن کی نظیر بلا مبالغہ کسی دوسرے بشر کے ہاں موجود نہیں، نہ کسی اور کا کلام کلام نبوی کا حریف و مثیل ہو سکتا ہے، نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی گوناگوں خوبیوں کا بیان کرتے ہوئے قاضی عیاض نے بالکل درست لکھا ہے۔

رسول اکرم ﷺ فصاحت زبان اور بلاغت کلام میں ایسے بلند مقام اور اعلیٰ مرتبے پر فائز تھے جہاں سلاست طبع، فصاحتِ کاملہ، ایجاز، موزوں الفاظ کا انتخاب، جزالت کلام، صحت معانی اور قلت تکلف، کوئی پوشیدہ بات نہیں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جوامع الکلم بھی عطا کئے گئے تھے اور نادر حکمتوں کے ساتھ آپ مخصوص کئے گئے تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو عرب کی تمام (مختلف) زبانیں سکھا دی تھیں، اور آپ ہر قوم سے اسی کی زبان میں خطاب فرماتے تھے اور اسی قبیلے کے محاورے میں گفتگو فرماتے تھے، یہاں تک کہ بعض صحابہ کرام کسی اور موقع پر آپ سے اس کلام کی شرح دریافت فرماتے اور آپ کے ارشاد گرامی کی توضیح کے خواستگار ہوتے، جس نے آپ کی احادیث وسیرت میں غور وفکر کیا ہے، اس پر یہ بات واضح ہوگئی ہے اور یہ حقیقت سامنے آگئی ہے، آپ کا کلام جیسا قریش، انصار، اہل حجاز واہل نجد کے ساتھ ہوتا تھا ویسا انداز کلام اس وقت نہیں ہوتا تھا جب آپ ذی المشعار ہمدانی، طہفۃ النہدی، قطن بن حارثہ، اشعث بن قیس اور وائل بن الحجر الکندی سے گفتگو کے وقت اختیار فرماتے تھے جو حضر موت اور یمن کے رؤسا اور امرائیں سے تھے۔ (۲۴)

فصاحت نبوی ﷺ کے ترکیبی عناصر:

رسول اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ حکم تھا:

يَـٰٓأَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ط وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ (۲۵)

اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے رب کی جانب سے جو کچھ آپ پر نازل کیا گیا ہے اسے لوگوں تک پہنچا دیجئے اور اگر آپ ﷺ نے ایسا نہ کیا تو گویا آپ ﷺ نے اس کے پیغام کو کچھ بھی نہ پہنچایا۔

اور پھر آداب تبلیغ بتاتے ہوئے یہ حکم فرمایا:

وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًا مبلِيْغًا ۝(۲۶)

اور انہیں نصیحت کیجئے اور ایسی بات کیجئے جو ان کے دلوں میں اتر جائے۔

چنانچہ فصاحت و بلاغت نبوت کے مقاصد کا حصہ ہے، پھر آپ ﷺ جس قوم میں مبعوث ہوئے وہاں فصاحت و بلاغت کی جو اہمیت تھی وہ سطور بالا میں بیان ہو چکی، جاحظ ہی کا قول ہے :

والذین بعث فیھم اکثر مایعتمدون علیه البیان واللسان (۲۷)

رسول ﷺ ایک ایسی قوم میں مبعوث ہوئے تھے جن کے ہاں معیار کمال ہی قوت بیان اور فصاحت لسان تھی۔

اس ماحول میں آپ ﷺ نے نہ صرف یہ کہ اپنی رسالت اور ختم نبوت کا اعلان کیا، بلکہ اپنا دائمی سچا اور ابدی معجزہ قرآن حکیم پیش کیا جس کا یہ چیلنج صدیوں سے اپنی صداقت منوا رہا ہے کہ:

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖص وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَO (۲۸)

اور اگر تمہیں اس میں کچھ شک ہے، جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا ہے، تو تم اس جیسی ایک سورت ہی بنا لاؤ، اور اللہ کے سوا تم اپنے تمام حمایتیوں کو (اپنی مدد کے لئے) بلا لو، اگر تم صداقت رکھتے ہو۔

اور قرآن نے صرف یہ دعویٰ ہی نہیں کیا، اس سے بڑھ کر یہ پیش گوئی بھی فرما دی کہ:

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَايَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًاO (۲۹)

آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمام انسان اور جن مل کر بھی اس قرآن کی مانند لانا چاہیں تب بھی اس جیسا نہیں لا سکتے، خواہ وہ ایک دوسرے کی (کتنی ہی) مدد کیوں نہ کریں۔

اور اس دعوے کے بعد گزر جانے والی چودہ صدیاں اس دعوے کی حقیقت، عظمت اور صداقت کی شاہد ہیں، اس کے علاوہ خود آپ ﷺ کا اپنا کلام بھی آپ کی نبوت کی دلیل اور رسالت کی سند تھا، کہ وہ کلام بھی سراسر وحی تھا قرآن ہی کہتا ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰىO اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰىO (۳۰)

اور آپ خواہش نفس سے کچھ نہیں کہتے، یہ تو سراسر وحی ہے جو آپ پر کی جاتی ہے۔

اس ماحول اور فضا میں آپ کا کلام اگر فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے محض اہل عرب کے ہم پلہ بھی ہوتا اور ان پر فائق حیثیت کا حامل نہ ہوتا تو وہ معترضین جنہوں نے آپ ﷺ کی راہ میں ہر طرح رکاوٹیں کھڑی کرنے کی سعی لاحاصل کی کبھی خاموش نہ رہ سکتے تھے، جاحظ کا استدلال یہی ہے، وہ کہتا ہے:

> آپ ﷺ کے دشمنوں میں سے کسی کو آپ کی فصاحت و بلاغت میں کسی قسم کا عجز یا عیب نظر نہیں آیا تھا، اگر کوئی ایسی بات دیکھنے یا سننے میں آئی ہوتی تو وہ لوگ مجالس میں اسے بطور دلیل پیش کرتے اور اپنی خلوت گاہوں میں اس کے متعلق سرگوشیاں کرتے، اس سلسلے میں ان کے خطیب بات کرتے یا ان کے شعرا اس کا تذکرہ کئے بغیر نہ رہتے، کیونکہ دنیا کو معلوم تھا کہ آنحضرت ﷺ کے دشمنوں میں خطیب بھی بکثرت تھے اور ان کے شعرا تو ایسی باتوں میں بہت تیزی دکھایا کرتے تھے۔(۳۱)

سچی بات یہ ہے کہ غور وفکر کرنے والوں کے لئے اس استدلال میں بہت سے نکات پوشیدہ ہیں، امی ہونے کے باوجود فصاحت و بلاغت کے جملہ اوصاف، لوازم ومحاسن آپ ﷺ کی فطرت میں نہایت جامعیت اور کمال کے ساتھ نظر آتے ہیں، جو عطیۂ الٰہی سے ہی ممکن تھا، لیکن اس کے پس منظر میں متعدد عناصر کارفرما تھے، ذیل میں انہی عناصر کے حوالے سے چند نکات پیش کئے جاتے ہیں۔

عطیہ الٰہی:

آنحضرت ﷺ کی فصاحت و بلاغت کے ترکیبی عناصر میں سب سے زیادہ اہمیت جس چیز کو حاصل ہے وہ عطیۂ الٰہی ہے، سنت اللہ یونہی جاری ہے کہ جس شخص سے جو کام لینا ہوتا ہے اسے اللہ تعالیٰ اس کام کی صلاحیت عطا فرما دیتا ہے، انبیائے سابقین کی تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ ہر ایک کو اس کے ماحول اور ضرورت کے مطابق صلاحیتیں اور معجزات عطا ہوئے، آپ ﷺ کے لئے جس چیز کی سب سے زیادہ اہمیت تھی وہ اہل عرب کی زبان دانی اور اس پر ان کا حد سے بڑھا ہوا اعتماد تھا، اس کے لئے قرآن حکیم جیسا بے مثل و بے بدل معجزہ عطا ہوا، جس کا اعجاز الفاظ وزبان کا ہی نہیں، انداز واسلوب کا بھی ہے، مضامین وموضوعات کا بھی پھر خود آنحضرت ﷺ کو ایسا کلام، ایسا اسلوب، ایسا تکلم عطا کیا گیا جو دوسروں

کے لئے مثال بن گیا، اس امر کا اشارہ بھی خود نبیٔ امی ﷺ کے کلام میں ملتا ہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک بار عرض کیا:

لقد طفت فی العرب وسمعت فصحاء هم فما سمعت افصح منک فمن ادبک؟

میں عرب میں بہت گھوما پھرا ہوں اور میں نے ان کے بہت سے فصحاء کو سنا ہے، مگر میں نے آپ ﷺ سے بڑھ کر کسی فصیح کو نہیں سنا، سو آپ کو کس نے اس کی تعلیم دی؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

ربی، و نشأت فی بنی سعد (۳۲)

میرے رب نے مجھے تعلیم دی اور میں نے بنی سعد میں پرورش پائی ہے۔

اور دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں:

ادبنی ربی فاحسن تادیبی (۳۳)

مجھے میرے رب نے ادب سکھایا اور بہت خوب ادب سکھایا۔

جب کہ ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے سوال کیا:

یا رسول الله، مالک افصحنا ولم تخرج من بین اظهرنا

اے اللہ کے رسول ﷺ آپ ہم سے کس طرح زیادہ فصاحت رکھتے ہیں، جبکہ آپ ہمارے سامنے ہی رہے، کبھی باہر تک نہیں گئے۔

آپ نے فرمایا:

کانت لغة اسماعیل قد درست فجاء بها جبریل فحفظتها (۳۴)

اسماعیل کی زبان مٹ چکی تھی سو اسے جبرئیل میرے پاس لائے تو میں نے اسے یاد کرلیا۔

یہ بھی اس امر کی بین دلیل ہے کہ خود خالق کائنات نے آپ ﷺ کو فصاحت و بلاغت کے جملہ لوازم، محاسن اور اوصاف سے آراستہ کیا تھا اور قدرت کا یہ عطیہ آپ کی فطرت کا حصہ تھا، یہ کمال ازل

سے آپ کی فطرت میں ودیعت کردیا گیا تھا، اس لئے کوئی اور اس کے قریب بھی کیسے اور کیوں کر پہنچ سکتا تھا

قرآن کریم کے اثرات:

نبی اکرم ﷺ کی خطابت، فصاحت اور بلاغت کا ایک اہم سبب قرآن حکیم ہے قرآن حکیم کے کلام الٰہی ہونے میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں، اور رہی اس کی فصاحت و بلاغت تو وہ بھی اہل زبان کے ہاں مسلم رہی ہے۔

قرآن حکیم کی دلکش فصاحت، حیران کن بلاغت، مدلل و پرزور طرز بیان پھراس کے ساتھ ساتھ تشبیہ وتمثیل کی باریکیاں، اجمال وتفصیل کا حیرت انگیز تناسب وتوازن، قوت استدلال اور صاف و واضح پیغام یہ سب خوبیاں اپنوں کو مسحور اور مقابل کو لاجواب کردینے کے لئے کافی ہیں۔

یہ قرآن مجید رسول اللہ ﷺ بھی کی زبان میں نازل ہوا، آپ کا فرمان مبارک ہے۔

وما یمنعنی وانما انزل القرآنُ بلسانی، لسان عربی مبین (۳۵)

میری فصاحت میں کیا رکاوٹ ہوسکتی ہے جبکہ قرآن میری زبان یعنی کھلی اور واضح عربی میں نازل ہوا۔

چنانچہ قرآن کی فصاحت و بلاغت کے اثرات بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول کئے، اور اس سے مستفید ہوکر آپ ﷺ کی فصاحت اس مقام بلند پر فائز ہوگئی، جہاں کسی اور کا گزر ممکن نہیں۔ اسی بنا پر علمائے فصاحت و بلاغت یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہوگئے کہ کلامِ عرب میں سب سے فصیح کلام کلامِ ربانی یعنی قرآنِ حکیم ہے اور اس کے بعد آنحضرت ﷺ کا مرتبہ اور مقام ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ (۳۶)

محمد بن سلام نے یونس بن حبیب کا قول نقل کیا ہے کہ فصاحت و بلاغت کے جو اعلیٰ نمونے ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام سے میسر آئے ہیں، وہ کسی اور کے کلام سے میسر نہیں آسکے، (۳۷)

قریش سے تعلق:

قریش عرب میں سب سے اہم قبیلہ تھا، زبان و بیان کے لحاظ سے بھی کوئی دوسرا قبیلہ اس کا ہمسر نہ تھا، ان کی فصاحت لسانی عربوں کے ہاں مسلم تھی، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک روز سوال کیا کہ افصح العرب کون لوگ ہیں، ایک شخص نے کہا

قوم ارتفعوا عن لخلخانية الفرات وتيامنوا عن عنعنة تميم وتياسروا عن كسكسة بكر، ليست لهم غمغمة قضاعة ولا طمطمانية حمير قال من هم؟ قال قريش (۳۸)

ایسی قوم جو اہل فرات کے لخلخانیہ (گفتار کا عجمی انداز) سے بلند تر ہے، قبیلہ تمیم کے عنعنہ (الف کو عین سے بدلنا) سے دائیں طرف ہے اور بنو بکر کے کسکسہ (کاف کو سین سے بدلنا) سے بائیں طرف رہے، نہ تو ان میں بنو قضاعہ کا غمغمہ (غیر واضح انداز گفتگو) ہے اور نہ قوم حمیر کا طمطمانیہ (غیر عربی الفاظ کی کثرت)۔ پھر پوچھا کہ وہ لوگ کون ہیں؟ کہا کہ قریش۔

آپ ﷺ کی فصاحت و بلاغت کے حوالے سے بھی اسے اہم عنصر کی حیثیت حاصل ہے، آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے،

أنا أفصح العرب بيدا أني من قريشٍ و نشأت في بني سعد(۳۹)

میں عرب کا فصیح ترین شخص ہوں کیونکہ میں قریش میں پیدا ہوا اور میں نے بنی سعد میں پرورش پائی،

طبرانی کی قدرے مفصل روایت میں ہے کہ صحابہ کرام نے آپ ﷺ سے آپ کی فصاحت پر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے اس کے اسباب جاننا چاہے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

عن ابی سعيد الخدری رضی الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم، انا النبی لا كذب انا ابن عبد المطلب، انا اعرب العرب، ولدتنی فی قريش، ونشأت في بنی سعد فانی یاتینی اللحن؟ (۴۰)

ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں لاریب سچا نبی ہوں، اور عبدالمطلب کا بیٹا ہوں، میں تمام اہل عرب سے زیادہ واضح گفتگو کرنے والا ہوں، میری ولادت قریش میں ہوئی اور میری پرورش بنوسعد میں ہوئی تو اب میرے کلام میں نقص کہاں سے آئے؟

اس طرح آپ ﷺ نے واضح فرمایا کہ قریش سے نسبی تعلق اس فصاحت کا ایک سبب ہے، جس کی فصاحت مسلم ہے اور جس سے نسبی تعلق فصاحت و بلاغت کی ضمانت ہے۔

بنوسعد میں پرورش:

نبی امی علیہ الصلاۃ والسلام کی فصاحت و بلاغت کے عناصر ترکیبی میں سے ایک اہم عنصر آپ کی بنوسعد میں پرورش ہے، بنوسعد بن بکر، عرب قبیلے ہوازن کی اہم اور معروف شاخ تھی، جو زبان دانی اور فصاحت و بلاغت کے حوالے سے خاصی مشہور تھی، رؤسائے عرب خصوصاً قریش کے امرا اور شرفا اپنے بچوں کی رضاعت و پرورش کا اہتمام بنوسعد میں ہی کرتے تھے، تا کہ بچہ ان کی صاف ستھری فضا میں بیرونی اثرات سے محفوظ رہ کر خالص و ثقہ زبان سیکھ سکے اور عرب محاورے و روزمرہ پر عبور حاصل کر سکے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی ماحول میں پرورش پائی اور دیگر اسباب، خداداد صلاحیت اور سب سے بڑھ کر عطیۂ ربانی کے ساتھ ساتھ بنوسعد میں گزری ہوئی مدت اور وہاں کے عرصۂ تربیت نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فصاحت و بلاغت میں اہم کردار ادا کیا، خود زبان نبوت نے بھی اس کی تصدیق کی، ابھی اوپر روایت بیان ہوئی ہے۔ اس میں یہ الفاظ بھی ہیں

و نشات فی بنی سعد(۴۱)

اور میں نے بنی سعد میں پرورش پائی۔

اس طرح آپ ﷺ نے خود اس امر کی صراحت فرما دی کی بنوسعد میں بسر ہونے والے بچپن کے ایام فصاحت و بلاغت کے قدرتی وصف کو آپ میں پروان چڑھانے میں ممد و معین ثابت ہوئے، اور یوں آپ ﷺ کی فصاحت و بلاغت میں صحرا نشینی کی قوتِ بیان اور پختگی اور شہروں کے الفاظ کی چمک دمک اور اندازِ گفتگو کی رونق یہ تمام چیزیں ایک ساتھ جمع ہوگئی تھیں، ان کے علاوہ تائید الٰہی بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھی جس کی امداد اس وحی کے ذریعے ہوتی تھی جو انسان کے احاطۂ علم سے ماورا ہے، (۴۲)

فصاحت نبوی کے ترکیبی عناصر پر اس گفتگو کو ختم کرتے ہوئے حضرت علی اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہما کے مشاہدے پیش کرتے ہیں۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں،

ماسمعت کلمة غریبة من العرب الاوقد سمعتها من رسول الله صلی الله علیه وسلم (۴۳)

میں نے عرب کا کوئی نیا کلمہ آپ ﷺ سے پہلے کسی اور سے نہیں سنا،
اور حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں:

کان رسول الله صلی الله علیه وسلم من افصح الناس، کان یتکلم بالکلام لایدرون ماهو حتی یخبرهم (۴۴)

رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ فصیح تھے، آپ بعض اوقات ایسی زبان میں کلام فرماتے تھے کہ کچھ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ آپ نے کیا فرمایا ہے، جب تک آپ خود ہی مطلع نہیں فرما دیتے تھے۔

ابن الجوزی نے فصاحت نبوی پر کلام کرتے ہوئے بالکل درست لکھا ہے کہ:

کل کلام رسول الله صلی الله علیه وسلم حکمة وفصاحة (۴۵)

آپ کا ہر کلام حکمت سے معمور اور فصاحت سے پر ہے۔

فصاحت و بلاغت کا نبوی نظریہ:

آپ ﷺ نے فصاحت و بلاغت میں امتیازی شان رکھنے کے ساتھ ساتھ اس باب میں واضح ہدایات بھی فرمائی ہیں، جن کے مطالعے سے یہ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ فصاحت و بلاغت کو آپ ﷺ کس نقطۂ نظر سے دیکھتے تھے؟ اور اس بارے میں آپ ﷺ کا اپنا کیا نظریہ تھا؟ اس حوالے سے ہمیں آپ کے بہت سے اقوال ملتے ہیں، جنہیں ہم ذیل میں پیش کرتے ہیں، اور ان سے حاصل ہونے والی ہدایات کا بھی تذکرہ ہوگا، اس بحث کو چند نکات میں بیان کیا جاتا ہے:

۱۔ نبیٔ امی ﷺ فصاحت و بلاغت، قدرت بیان اور طلاقت لسانی بہت کو اہمیت دیتے تھے۔

ایک بار حضرت عباسؓ نے آپ سے سوال کیا:

فیم الجمال یا رسول الله (صلی الله علیه وسلم)

اے اللہ کے رسول ﷺ حسن وخوبصورتی کس چیز میں ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا **فی اللسان** (۴۶) زبان میں۔

۲۔ آپ ﷺ گفتگو اور خطابت میں اختصار کو پسند فرماتے ہیں، آپ ﷺ کا فرمان مبارک

انا معشر الانبیاء بکاء (۴۷)

ہم گروہ انبیاء قلیل الکلام ہوتے ہیں۔

اسی بنا پر آپ ﷺ نے یہ تاکید بھی فرمائی کہ نمازوں کو طول دیا کرو، اور خطبوں میں اختصار سے کام لیا کرو۔ (۴۸)

۳۔ آپ ﷺ نے تصنع اور مصنوعی طرز گفتگو کو ناپسند فرمایا ہے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

کان یکرہ التصنع کلہ، کان یعرض عن کل کلام قبیح (۴۹)

آپ ﷺ ہر قسم کے تصنع کو ناپسند فرماتے اور ہر طرح کے قبیح کلام سے اعراض فرماتے تھے۔

۴۔ آپ ﷺ نے الفاظ چبا کر اور آواز گھما کر بات کرنے کو بھی ناپسند کیا اور اس سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے۔ ایک موقع پر فرمایا:

ان اللہ یبغض البلیغ من الرجل الذی یتخلل بلسانہ کما تتخلل البقر (۵۰)

بلاشبہ اللہ ایسے خطیب کو ناپسند رکھتا ہے جو اپنی زبان کو یوں چلاتا ہے جیسے گائے چرتی ہے۔

۵۔ گفتگو میں تہذیب کا خیال رکھنا اور ہر طرح کی بے ہودگی سے بچنا بھی گفتگو اور خطابت کے آداب میں سے ہے۔

ایک شخص نے آپ ﷺ کے سامنے بہت احمقانہ گفتگو کی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

ما اعطی العبد شر امن طلاقۃ اللسان (۵۱)

بندے کو زبان کی تیزی سے بڑھ کر کوئی بری چیز نہیں دی گئی۔

۶۔ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ مخاطب کی ذہنی سطح کی رعایت رکھ کر بات کرنی چاہئے، آپ کا فرمان مبارک ہے۔

امرت ان اخاطب الناس علی قدر عقولھم (۵۲)

ہم گروہ انبیا کو حکم دیا گیا ہے کہ ہم لوگوں سے ان کی ذہنی سطح کی رعایت رکھ کر

خطاب کیا کریں۔

۷۔آپ ﷺ نے باچھیں کھول کر اور منہ پھاڑ کر گفتگو کرنے سے بھی منع فرمایا، ایک روایت میں آتا ہے، آپ نے فرمایا:

وان ابغضکم الی وابعدکم منی مجلسا یوم القیامۃ الثرثارون والمتشدقون والمتفیھقون (۵۳)

تم میں سے مبغوض ترین اور قیامت کے روز مجھ سے سب سے دور زیادہ کلام کرنے والے اور الفاظ کو گھمانے والے اور متکبر ہوں گے۔

ابن اثیر نے تصریح کی ہے کہ ثرثارون سے مراد وہ لوگ ہیں جو کثیر کلام کرتے ہیں، اور کلام کرنے میں تکلف سے کام لیتے ہیں، اور حد سے تجاوز کرتے ہیں۔ جب کہ متشدقون وہ لوگ ہیں جو بغیر کسی احتیاط کے کثیر کلام کرتے ہیں۔ (۵۴)

۸۔حقیقت یہ ہے کہ آپ ﷺ نے جہاں ایک جانب زبان و بیان کی اہمیت کی جانب متوجہ فرمایا اور یہ فرمایا :

ان من البیان لسحرا (۵۵)

بلاشبہ بعض بیان جادو بھرے ہوتے ہیں۔

اس طرح زبان کی آفتوں اور اس کے غلط استعمال کے نتائج وعواقب سے بھی خبردار فرمایا ہے، ایک روایت میں فرماتے ہیں:

وھل یکب الناس فی النار علی وجوھھم اوعلی مناخرم الاحصائد السنتھم (۵٦)

کیا لوگوں کو ان کے چہروں کے بل یا ان کی گردنوں کے بل گرانے کا سبب ان کی زبانوں کی کھیتوں کے علاوہ بھی کچھ ہوسکتا ہے؟

ان نکات اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وفرامین کی روشنی میں ہم دیکھ سکتے ہیں کہ آپ ﷺ گفتگو، بات چیت اور خطابت وغیرہ کے لئے کیا آداب، قواعد اور اصول ضروری تصور فرماتے تھے؟ کن باتوں سے بچنے کی تاکید فرماتے تھے اور کن امور کو پیش نظر رکھنے کی تلقین فرماتے تھے۔

کلام نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقسام:

نبی اُمی علیہ الصلاۃ والسلام کے کلام میں بے حد تنوع ہے، یہ کلام بہت سی اقسام پر مشتمل ہے، اور ہر نوع ہم سے جداگانہ غور وفکر کی متقاضی ہے کہ ہر ایک کے تقاضے الگ الگ اور اسی مناسبت سے ہر ایک کے خصائص جدا جدا ہیں۔ عباس محمود عقاد کہتے ہیں:

> نبی اکرم ﷺ کا وہ کلام جو محفوظ شکل میں ہم تک پہنچ سکا ہے، وہ یا تو ان معاہدات اور خطوط کی شکل میں ہے جو اسی وقت ضبط تحریر میں آگئے تھے۔ یا وہ خطبے اور دعائیں وصیتیں اور سوالوں کے جوابات ہیں جو بعد میں تحریر کئے گئے، اور جن کی روایت ونقل میں حتی الامکان نہایت باریکی اور صحت کا لحاظ رکھا گیا ہے۔(۵۷)

اس بیان کی روشنی میں آپ ﷺ کے کلام کو درج ذیل حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

۱۔ جوامع الکلم، ۲۔ خطبات، ۳۔ مکتوبات ومعاہدات، ۴۔ ادعیہ ماثورہ،

ان میں سے خطبات پر تفصیلی مباحث باب دوم میں ذکر ہو رہے ہیں، اس لئے یہاں ذیل میں باقی تین عنوانات کے تحت اپنے مطالعے کا الگ الگ حاصل پیش کیا جارہا ہے، جب کہ اس باب کا اختتام کرتے ہوئے آخر میں آپ ﷺ کے کلام میں موجود صنائع بدائع پر بھی مفصل روشنی ڈالی گئی ہے، اور کلام نبوی سے اس کی مثالیں پیش کی گئی ہیں۔

جوامع الکلم

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی ایک امتیازی خوبی جوامع الکلم ہیں، گو یہ اصطلاح بعد میں کئی ایک حضرات نے دوسروں کے لئے بھی استعمال کی (۵۸) لیکن ایک تو آپ ﷺ سے قبل اس کا کہیں ذکر نہیں ملتا، دوسرے آپ ﷺ کے بعد یہ لفظ اصطلاح کے طور پر آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہی مخصوص ہو چکا ہے۔

جوامع جامع کی جمع ہے، جس کا مادہ ج، م، ع ہے اور کلم کلمۃ کی جمع ہے، یہ اصلاً موصوف صفت بصورت اضافت ہیں، اور ان کا معنی ہے مختصر ترین جملے جو کثیر معنی لئے ہوئے ہوں، اردو

میں اس کے مفہوم کے لئے سب سے بہتر تعبیر دریا کو کوزے میں بند کرنے سے دی جاسکتی ہے۔

اس اعتبار سے آپ ﷺ کے جوامع الکلم دو خوبیوں کے حامل ہیں۔ اول ایجاز واختصار اور دوم جامعیت۔ جاحظ نے آپ ﷺ کے جوامع الکلم کی تعریف کرتے ہوئے بجا طور پر لکھا ہے۔

وهو القليل الجامع للكثير (۵۹)

ایسا کلام جس کے الفاظ قلیل مگر معانی کثیر ہوں۔

جاحظ کے اس قول کی وضاحت محمد عطیہ ابراشی کے ہاں ملتی ہے، وہ کہتے ہیں:

وكلامه الجامع الذى لايجارى فى فصاحته ولا يبارى فى بلاغته، والذى هو النهاية فى البيان والغاية فى البرهان، المشتمل على جوامع الكلم و بدائع الحكم، المتضمن بقليل المبانى كثيرا من المعنى (۶۰)

آپ ﷺ کا وہ جامع کلام جس کی فصاحت وبلاغت کا مقابلہ اور برابری کی ہی نہیں جاسکتی، جو بیان وبلاغت کے کمال درجے پر فائز اور بے انتہا مدلل ہے، جو جامع کلمات اور انوکھی حکمت پر مشتمل ہے، اس کے الفاظ وحروف کی تعداد تو قلیل ہے لیکن ان میں معانی کی فراوانی ہے۔

امام غزالیؒ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوامع الکلم کو فیضان ربانی قرار دیتے ہوئے انہیں آپ ﷺ کا امتیاز اور خصوصیت شمار کرتے ہیں، امام صاحبؒ فرماتے ہیں:

وكان أوجز الناس كلاماً وبذالك جاءه جبريل، وكان مع الايجاز يجمع كل ما اراد، وكان يتكلم بجوامع الكلم، لا فضول ولا تقصير (۶۱)

آپ ﷺ تمام انسانوں میں سب سے زیادہ موجز ومختصر بات کرنے والے تھے، یہ فیض ربانی ان کے لئے جبریل امین لائے تھے، اختصار کے ساتھ آپ جتنی جامع بات کرنا چاہتے تھے کرلیتے تھے، آپ کا کلام جامع کلمات پر مشتمل ہوتا تھا، جن میں نہ تو کوئی زائد بات ہوتی نہ کسی قسم کی کمی ہوتی تھی۔

وجوامع الکلم التی فتحت لہ سجدت لھا البلغاء والا قلام (۶۲)

اور آپ ﷺ کے لئے جوامع الکلم مسخر کر دیئے گئے، جن کے آگے بلغا اور اقلام سب ہی نے سر تسلیم خم کر دیا۔

جوامع الکلم کی اصطلاح خود آپ صلی علیہ وسلم کے اقوال مبارک سے ماخوذ ہے، آپ ﷺ نے متعدد مواقع پر اس کا ذکر کیا ہے، مثال کے طور پر ایک روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، فضلت علی الانبیاء بست، اعطیت جوامع الکلم، ونصرت بالرعب، واحلت لی الغنائم، وجعلت لی الارض طھوراً ومسجدا، وارسلت الی الخلق کافۃ، وختم بی النبیون (۶۳)

ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے انبیاء پر چھ باتوں سے فضیلت دی گئی ہے، مجھے جوامع الکلم عطا کئے گئے ہیں، اور رعب کے ذریعے میری نصرت کی گئی ہے، میرے لئے مال غنیمت کو حلال کر دیا گیا ہے، اور میرے لئے ساری زمین کو پاک اور مسجد قرار دیا گیا ہے، اور مجھے تمام مخلوق کی جانب مبعوث کیا گیا ہے، اور مجھ پر سلسلۂ نبوت ختم کر دیا گیا ہے۔

بخاری کی روایت میں یہ الفاظ ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

بعثت بجوامع الکلم و نصرت بالرعب (۶۴)

مجھے جوامع الکلم کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے اور رعب کے ذریعے میری مدد کی گئی ہے۔

ایک روایت میں یوں فرمایا:

اعطیت جوامع الکلم اختصر لی الحدیث اختصارا (۶۵)

مجھے جوامع الکلم عطا کئے گئے اور میرے لئے گفتگو کو بہت مختصر کر دیا گیا۔

ایک روایت یہ الفاظ ہیں:

قداوتی جوامع الکلم و خواتمہ (۶۶)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جوامع الکلم اور خواتم الفاظ عطا کئے گئے۔

ان تمام الفاظ کا خلاصہ یہی ہے کہ جوامع الکلم اللہ تعالیٰ کی جانب سے عطا فرمودہ وہ اعزاز ہے جس سے صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی سرفراز کیا گیا ہے، یہ قلیل اللفظ مگر کثیر المعانی ہیں، ان میں یکتائی، اعجاز اور اچھوتا پن نمایاں ہے، عباس محمد عقاد کے بقول یہ جوامع الکلم

اجتماع المعانی الکبار فی الکلمات القصار، بل اجتماع العلوم الوافیة فی بضع کلمات، وقد یبسطها الشارحون فی مجلدات (٦٧)

وقیع اور بھاری بھرکم معانی کا مختصر کلمات میں اجتماع کا نام ہے، بلکہ یہ تو بہت وسیع علوم کے مختصر سے چند کلمات میں جمع ہونے کا نام ہے، شارحین جن کی شرح کرنے بیٹھیں تو انہیں ضخیم جلدوں میں پھیلا دیں۔

اور قاضی عیاض تو یہاں تک کہتے ہیں:

اما کلامه المعتادو فصاحته المعلومة وجوامع کلمه وحکمه الماثورة فقد الف الناس فیها الدواوین وجمعت فی الفاظها ومعانیها الکتب (٦٨)

جہاں تک آپ ﷺ کے معمول کے کلام، آپ کی مشہور فصاحت، جامع کلمات اور منقول کلمات حکمت کا تعلق ہے تو ان کے متعلق لوگوں نے دیوان و دفاتر تصنیف کر ڈالے ہیں اور ان کے الفاظ و معانی کے بارے میں کتابیں جمع کر دی گئی ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جوامع الکلم کے حوالے سے گفتگو کو ہم مصطفیٰ صادق الرافعی کے اس مدلل اور جامع بیان پر ختم کرتے ہیں، جس میں انہوں نے یہ بات واضح کر دی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی یہ خوبی درحقیقت آپ کا ایک معجزہ ہے، جسے پانا کسی اور کے بس کی بات نہیں وہ کہتے ہیں:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کے کمال اور زبان پر غور وخوض کے سبب آپ قلیل الکلام تھے اس کلام کے الفاظ معتدل انداز میں ادا ہوتے تھے مگر آپ کا

کلام اپنے اندر معانی کی گہرائی لئے ہوتا تھا، دل یہ گمان کرتا ہے کہ آپ کے مختصر ترین جملوں اور چند کلمات میں روح نبوت مجتمع ہوگئی ہے چنانچہ آپ کے کلام میں الفاظ نظر آنے کے بجائے ان الفاظ میں موجود روحانی تحریکات غالب نظر آتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ آپ کے کلام میں ایسے کلمات بکثرت ہیں جو عرب میں صرف آپ ﷺ ہی نے منفرد انداز میں استعمال فرمائے، آپ کے جوامع الکلم بے شمار ہیں، آپ ﷺ کا اسلوب نہایت پاکیزہ ہے، جس میں نہ کوئی کمی ہے اور نہ کوئی مبالغہ اسی لئے آپ ﷺ کے کمال فصاحت و بلاغت کو پانے کا ارادہ کرنے والا عاجز رہا، اور اگر کوئی تھوڑا بہت کر بھی سکا تو بھی کسی کا تمام کلام ایسا نہ تھا، کیوں کہ اسلوب کا دھارا فطرت کی بنیاد پر ہوتا ہے جس میں ریاضت اور محنت کو دخل نہیں ہوتا۔ (۶۹)

چند جوامع الکلم:

جوامع الکلم کے بارے میں تعارفی اور توضیحی گفتگو کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے چند جوامع الکلم بھی پیش کردیئے جائیں، اس لئے جوامع الکلم کا ایک مختصر سا انتخاب درج ذیل ہے۔

احبب حبیبک ھونا ما فعسی ان یکون بغیضک یوما ما (۷۰)

اپنے دوست سے قدرے ہلکی محبت کرو، کیوں کہ ہوسکتا ہے کہ وہ کسی دن تمہارا مبغوض بن جائے، (محبت اور نفرت دونوں میں اعتدال ضروری ہے)

الھم نصف الھرم (۷۱)

غم آدھا بڑھاپا ہے۔

رحم اللہ قال فغنم اوسکت فسلم (۷۲)

اللہ اس بندے پر رحم کرتا ہے جو بات کرے تو درست کرے اور خاموش رہے تو سلامتی پائے۔

خیر الامور اوساطھا (۷۳)

سب سے بہترین چیز درمیانے درجے کی ہے۔

ذوالوجهين لايكون عند الله وجيها (۷۴)

دورخا شخص اللہ کے ہاں کبھی معزز نہیں ہوتا۔

السعيد من وعظ بغيره (۷۵)

نیک بخت وہ ہے جو دوسروں سے عبرت حاصل کرے۔

الظلم ظلمات يوم القيامة (۷۶)

ظلم روزِ قیامت کے اندھیروں میں سے ہے۔

قفلة كغزوة (۷۷)

غزوے سے لوٹنا بھی (ثواب کے اعتبار سے) غزوے ہی کی مانند ہے۔

لاخير في صحبة من لايرى لك من الحق مثل الذى ترى له(۷۸)

اس شخص کی دوستی میں کوئی بھلائی نہیں جو تمہارے لئے حق کے معاملے میں اسی طرح نہ دیکھے جیسے تم اس کے لئے دیکھتے ہو۔

لا يلدغ المؤمن من جحر واحد مرتين (۷۹)

مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاسکتا۔

ماعال من اقتصد (۸۰)

وہ شخص کبھی تنگ دست نہیں ہوسکتا جس نے میانہ روی اختیار کی۔

المرء مع من احب (۸۱)

انسان اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ محبت رکھتا ہے۔

المستشار مؤتمن (۸۲)

مشورہ دینے والا امین ہے۔

المسلمون كاسنان المشط (۸۳)

تمام مسلمان کنگھی کے دانوں کی طرح برابر ہیں۔

ماقل و كفى خير مماكثر والهى (۸۴)

جو تھوڑا ہو مگر کافی ہو اس کثیر سے بہت بہتر ہے جو غافل کرنے والا ہو۔

الندم توبة (۸۵)

ندامت بھی توبہ ہے۔

اليد العليا خير من اليد السفلى (۸۶)

اوپر والا (دینے والا) ہاتھ نیچے والے (لینے والے) ہاتھ سے بہتر ہے۔

جوامع الکلم کے علاوہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روزمرہ کے استعمال کے ایسے جملے بھی منقول ہیں جو سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا فرمائے اور بعد میں وہ ضرب الامثال کی حیثیت اختیار کر گئے، ان کو ذکر کرتے ہوئے جاحظ کہتا ہے

وسنذكر من كلام رسول الله ﷺ، مما لم يسبقه اليه عربي، ولا شاركه فيه اعجمي، ولم يدع لاحد ولا ادعاه لاحد، مما صار مستعملا ومثلا سائراً، (۸۷)

اور اب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں سے کچھ ایسے اقوال ذکر کریں گے جو آپ ﷺ سے پہلے کسی عرب نے کبھی استعمال نہیں کئے تھے، اور نہ ان میں کوئی غیر عرب آپ ﷺ کا شریک ہے، نہ تو ان اقوال کی کسی کی طرف نسبت کی گئی ہے اور نہ ان کا کسی نے کبھی دعویٰ کیا ہے، مگر اب یہ اقوال حکمت مستعمل ہیں اور مشہور ضرب الامثال کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں۔

ایسے جملے بھی کثرت سے ہیں، جن میں سے چند بطور مثال پیش کئے جاتے ہیں۔

الان حمى الوطيس (۸۸)

اب تندور گرم ہو گیا ہے، (اب لوہا گرم ہو گیا)۔

لا ينتطح فيها عنزان (۸۹)

اس میں دو مینڈھے ایک دوسرے کو سینگ نہیں ماریں گے۔

يا خيل الله اركبي (۹۰)

اے اللہ کے شاہ سوار وسوار ہو جاؤ۔

رویدک رفقا بالقواریر، (۹۱)

آہستہ، آبگینوں کو نرمی سے لیکر چلو۔

مات حتف أنفه (۹۲)

وہ اپنی ناک کی موت مرا (اس نے اپنی موت کا سامان خود کیا)

مکاتیب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکاتیب بھی آپ کی فصاحت و بلاغت کا عمدہ نمونہ پیش کرتے ہیں اور ان کی زبان اور اسلوب بیان خود اس امر کی بین شہادت ہیں کہ یہ نبی و ہادیٔ برحق علیہ الصلاۃ والسلام کا پیغام ہے، مکاتیب درحقیقت انسانی شخصیت کے بہت سے پہلوؤں کے عکاس ہوتے ہیں، اس اعتبار سے کہا جا سکتا ہے کہ انسان کی تحریر میں اس کی شخصیت کا پرتو نظر آتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطوط بھی آپ کے مقام اور پیغام کے آئینہ دار ہیں، آپ ﷺ کے خطوط ایسا منفرد اسلوب رکھتے ہیں جسے سہل ممتنع بھی کہا جا سکتا ہے، مگر ان کا اسلوب صرف سادہ و سلیس ہی نہیں ہے وہ جمال لفظی سے بھی آراستہ ہے۔ اس کے باوجود آپ ﷺ کے مکاتیب سب سے جدا اور ممتاز اس بنا پر بھی ہیں کہ آپ نے نہ تو کبھی ذاتی احوال کے لئے مکاتیب لکھوائے، نہ محض عبارت آرائی کبھی آپ کے پیش نظر رہی، آپ کے خطوط بالعموم انتہائی ضرورت کے تحت نہایت مختصر، سلیس مگر موثر اور اظہار مطلب سے عبارت ہیں، اور یہی بات آپ کے شایاں بھی تھی کہ آپ ﷺ کا ہر لفظ حکم اور آپ کا ہر جملہ قانون کی حیثیت رکھتا ہے۔

مکاتیب نبوی کے اجزائے ترکیبی:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطوط حسب ذیل اجزائے ترکیبی پر مشتمل ہوتے ہیں۔

الف۔ آغاز، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے ہوتا ہے۔ اس حوالے سے شعبی کی روایت میں یہ تفصیل ملتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آغاز میں قریش کے معمول کے مطابق **باسمک اللھم** لکھا کرتے تھے، جب یہ آیت **اِرْکَبُوْا فِیْھَا بِاسْمِ اللّٰہِ مَجْرِھَا وَمُرْسَاھَا** (۹۳) نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے بسم اللہ لکھنا شروع کیا، پھر جب یہ آیت **قُلِ ادْعُوا اللّٰہَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ** (۹۴) نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مکاتیب کے آغاز میں بسم اللہ الرحمٰن لکھنے لگے، اور جب یہ آیت نازل ہوئی **اِنَّہٗ**

مِنْ سُلَیْمَانَ وَاِنَّهُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ (۹۵) تو پھر آپ ﷺ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لکھنے لگے۔(۹۶)

لیکن ایسی کوئی مثال ذخیرہ حدیث تاریخ اور سیرت میں دستیاب نہیں ہے، جس میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کی جگہ آپ ﷺ نے کچھ اور استعمال فرمایا ہو۔ واللہ اعلم۔ البتہ صلح حدیبیہ کے موقع پر مشرکین مکہ کے اصرار پر آپ ﷺ نے معاہدے کی عبارت باسمک اللھم سے شروع کی تھی۔

ب۔من محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ذریعے اپنا تعارف کراتے ہیں۔

ج۔مکتوب الیہ کا نام مع لقب۔

د۔مخاطب کی رعایت سے سلام لکھتے ہیں، مسلمان ہو تو سلام علیک اور غیر مسلم کو سلام علی من اتبع الھدی

ہ۔خط کا اصل مضمون مختصر شستہ مگر جاندار الفاظ میں، ایسے اسلوب میں کہ پہلی ہی نظر میں قاری پر آپ ﷺ کا موقف اور مقصود واضح ہو جاتا ہے۔

و۔اختتام، جو عموماً والسلام پر ہوتا ہے۔

ز۔آخر میں مہر نبوت، جو محمد رسول اللہ پر مشتمل ہوتی ہے۔

مکاتیب نبوی کی خصوصیات:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطوط کا مطالعہ درج ذیل نکات ہمارے سامنے لاتا ہے۔

۱۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے خطوط کا آغاز بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سے کیا، آپ ﷺ سے پہلے یہ روایت موجود نہیں تھی۔

۲۔بسملہ کے بعد آپ ﷺ من محمد سے آغاز کرتے ہیں، اور پھر اما بعد کا استعمال بھی فرماتے ہیں، اما بعد کے بعد آپ ﷺ اصل مقصد بیان کرتے ہیں، چنانچہ شرحبیل بن عبد کلال کے نام مکتوب اسی طرح شروع ہوتا ہے۔

من محمد رسول الله (ﷺ)، الی شرحبیل بن عبد کلال، والحارث بن عبد کلال، و نعیم بن عبد کلال، قیل ذی رعین و معافر وھمدان، اما بعد، فقد رجع رسولکم وأعطیتم من

المغانم خمس الله، (۹۷)

بعض اوقات درمیان میں صرف مکتوب الیہ کا نام ہی نہیں ہوتا بلکہ حمد یہ جملہ بھی بطور تمہید بیان فرماتے ہیں، منذر بن ساویٰ کے نام ایک مکتوب کا آغاز اس طرح ہوتا ہے۔

من محمد رسول الله الی المنذر بن ساوی، سلام الله علیک، فانی احمد الیک الله الذی لا اله الا هو، اما بعد(۹۸)

محمد رسول اللہ (ﷺ) کی طرف سے منذر بن ساویٰ کے نام، تم پر اللہ کی سلامتی ہو، میں تمہارے سامنے اللہ کی حمد بیان کرتا ہوں، جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اما بعد۔

اور بعض مواقع پر اما بعد دوبار بھی استعمال ہوا ہے، حارث بن عبد کلال کے نام مکتوب کا آغاز یوں ہوتا ہے۔

من محمد رسول الله النبی، الی الحارث بن عبد کلال، والی نعیم ابن عبد کلال، والی النعمان قیل ذی رعین، ومعافر، وهمدان، اما بعد ذلکم، فانی احمد الیکم الله الذی لا اله الا هو، اما بعد (۹۹)

۳۔ مکتوب میں مخاطب کے مقام اور عہدے کا بھی پورا خیال رکھتے ہیں، اور اس کے شایانِ شان القاب کے ساتھ خطاب فرماتے ہیں، مثلاً، مقوقس کے نام مکتوب میں اس کا نام یوں لیتے ہیں۔

من محمد رسول الله الی المقوقس عظیم القبط (۱۰۰)

جبکہ ہرقل ملک روم کو یوں مخاطب کرتے ہیں۔

بسم الله الرحمن الرحیم، من محمد عبد الله و رسوله الی هرقل عظیم الروم (۱۰۱)

۴۔ آغاز میں سلام لکھتے ہوئے بھی مخاطب کی مذہبی حالت کی رعایت رکھتے ہیں، آپ ﷺ جب کسی غیر مسلم کو خطاب فرماتے ہیں تو اسے **سلام علی من اتبع الهدیٰ** لکھتے ہیں۔ چنانچہ، مقوقس، ہر

قل، کسریٰ، حارث بن ابی شمر غسانی وغیرہ سب کے نام آپ ﷺ کے خطوط میں سلام اسی طرح مذکور ہے، اور جب کسی مسلمان کو مخاطب کرتے ہیں۔ تو اس کی اس حیثیت کی رعایت رکھتے ہوئے، سلام علیک کے الفاظ سے اس کی سلامتی کی دعا کرتے ہیں، چنانچہ معاذ بن جبل (۱۰۲) اور حضرت خالد بن ولیدؓ (۱۰۳) کی مثالیں اس ضمن میں پیش کی جاسکتی ہیں۔

۵۔ آپ ﷺ کا مکتوب عموماً دوٹوک انداز میں ہوتا ہے، اور اس کا پیغام بالکل واضح ہوتا ہے، اور ساتھ ہی یہ بھی بتا دیتے ہیں کہ اس میں مخاطب کا کیا فائدہ ہے، چنانچہ مقوقس، ہرقل، کسریٰ سب ہی کے نام آپ کے خطوط میں یہ الفاظ مشترک ہیں، اسلم تسلم، اسلام قبول کرلو، سلامتی پا جاؤ گے، یہ الفاظ جہاں ایک طرف سہل ممتنع کی مثال ہیں، وہیں یہ جوامع الکلم میں سے بھی ہیں اور پھر تیسری جانب ان کا مفہوم واضح بھی ہے، اور دوٹوک بھی اور نہایت متاثر کن بھی۔ نیز اس جملے میں امر اور جواب امر کے ان دونوں صیغوں کا لطف اہل ذوق سے مخفی نہیں، پھر س، ل، م، سے ان دونوں کے اشتقاق میں حسن تجانس کی جو کیفیت پائی جاتی ہے، اور اس میں جو صوتی حسن ہے وہ سونے پر سہاگہ ہے، (۱۰۴)

ان الفاظ سے خود آپ ﷺ کی شخصیت بھی سامنے آتی ہے کہ یہ الفاظ کہنے والا کسی قدر حیثیت، اہمیت اور مقام کا حامل ہے، نیز پیغام قبول نہ کرنے کی صورت میں یہ وعید بھی پیش فرمادی کہ **فان ابیت فعلیک اثم المجوس** (۱۰۵) اسی طرح ہرقل کے نام مکتوب میں یہ الفاظ ہیں **فان تولیت فان علیک اثم الاریسین** (۱۰۶)

۶۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مخاطب کے مذہبی عقائد وخیالات کا بھی خیال رکھتے ہیں، اور اسلام کا عقیدہ بعض اوقات غیر محسوس طریقے سے بھی ان کے سامنے واضح فرما دیتے ہیں، چنانچہ نجاشی مذہباً عیسائی تھا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم علیہا السلام کے بارے میں اسلام کا عقیدہ ان الفاظ میں واضح فرمادیا۔

> **واشهد ان عيسى بن مريم روح الله و كلمته القاها الى مريم البتول الطيبة الحصينة، فحملت بعيسى، فخلقه الله من روحه ونفخه، كما خلق آدم بيده ونفخه (۱۰۷)**

میں گواہی دیتا ہوں کہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام اللہ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں جو

اس نے مریم بتول کو عطا کیا تھا، وہ مریم جو پاکیزہ و پاک دامن تھیں، چنانچہ انہیں حضرت عیسیٰ کا حمل ٹھہر گیا، سو اللہ نے انہیں اپنی روح اور نفخ سے پیدا کیا، جس طرح کہ آدم علیہ السلام کو اس نے اپنے ہاتھ سے تخلیق فرمایا تھا اور ان کے جسد میں روح پھونک دی تھی۔

اور ضغاطر اسقف کے نام خط میں ہمیں یہ عبارت ملتی ہے۔

سلام علی من آمن، اما علی اثر ذلک فان عیسی بن مریم روح اللہ و کلمتہ، القاھا الی مریم الزکیۃ، وانی اومن باللہ وما انزل الینا وما انزل الی ابراھیم و اسمعیل واسحاق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسی وعیسی وما اوتی النبیون من ربھم لا نفرق بین احدٍ منھم ونحن لہ مسلمون، والسلام علی من اتبع الھدیٰ (۱۰۸)

جو ایمان لائے اس پر سلام ہو اور اس کی نشانی یہ ہے کہ عیسیٰ بن مریم روح اللہ ہیں اور کلمۃ اللہ ہیں جو اللہ نے پاک دامن مریم پر القا کیا، اور میں اللہ پر ایمان لایا ہوں، اور اس پر جو ہم پر نازل کیا گیا اور جو ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور آلِ یعقوب پر نازل کیا گیا اور جو موسیٰ وعیسیٰ کو دیا گیا اور دوسرے انبیا کو دیا گیا۔ ہم انبیا میں ایک دوسرے کے درمیان فرق و امتیاز نہیں کرتے اور اس پر اسلام لانے والے ہیں، سلام ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔

اسی طرح جب کسریٰ کو خط لکھا تو توحید کی اہمیت زیادہ وضاحت سے فرمائی، اس خط کا یہ حصہ ملاحظہ کیجئے۔

سلام علی من اتبع الھدی، وامن باللہ ورسولہ وشھدأن لا الہ الا اللہ، وحدہ لاشریک لہ وان محمداً عبدہ و رسولہ، ادعوک بدعایۃ اللہ عزوجل، فانی انا رسول اللہ الی الناس کافۃ لانذر من کان حیا ویحق القول علی الکافرین، اسلم

تسلم، فان ابیت فعلیک اثم المجوس (۱۰۹)

سلام ہو اس پر جو راہِ ہدایت کی پیروی کرے، اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، وہ وحدہٗ لاشریک ہے، محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں، میں تجھے اللہ کی دعوت کی طرف بلاتا ہوں، کیونکہ میں اللہ کا رسول ہوں، جسے تمام انسانوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے، تاکہ میں زندہ لوگوں کو (آخرت سے) ڈراؤں اور یہ بات کافروں پر بہت گراں ہے۔ تم اسلام قبول کرلو، سلامتی پا جاؤ گے۔ اور اگر تم نے روگردانی کی تو پھر سارے مجوسیوں کا گناہ تم پر ہی ہوگا۔

۷۔ رسول اکرم ﷺ کے مکاتیب میں قرآنی آیات کا بھی برمحل استعمال ان کی فصاحت و بلاغت اور زورِ بیان میں اضافے کا موجب بنتا ہے، ہرقل اور مقوقس کو خط لکھتے ہوئے خاص طور سے آپ ﷺ نے انہیں قرآن کے ان الفاظ کے ساتھ دعوت دین دی اور صلح واتحاد کی پیشکش فرمائی تھی۔

یاھل الکتب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم، الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون (۱۱۰)

اے اہل کتاب! آؤ ایک بات پر جمع ہو جائیں جو ہم میں تم میں مشترک ہے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، ہم اللہ کے علاوہ ایک دوسرے کو معبود نہ بنائیں، تو اگر یہ اہل کتاب اس بات سے انحراف کریں تو کہہ دو کہ گواہ رہنا ہم تو مسلمان ہیں۔

اور مسیلمہ کذاب نے جب آپ ﷺ کو اپنے خط میں یہ پیش کش کی کہ آپ مجھے اپنے بعد اپنا جانشین مقرر کردیں تو میں آپ کی اطاعت کے لئے تیار ہوں، تو اس کے خط کا جواب دیتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اما بعد کے بعد صرف ایک آیت تحریر فرمائی تھی، آپ کا وہ مختصر مگر نہایت جامع خط اس طرح سے ہے۔

بلغنی کتابک الکذب والافتراء علی اللہ وان الارض للہ

یورثھا من یشاء من عبادہ، والعاقبۃ للمتقین، و السلام علی من اتبع الھدیٰ (۱۱۱)

میرے پاس تمہارا جھوٹا خط پہنچا ہے، جس میں اللہ پر افترا باندھا گیا ہے، اور بلا شبہ زمین تو اللہ ہی کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اسے اس کا وارث بنا دیتا ہے۔ اور اچھا انجام تو متقین ہی کے لئے ہے، اور سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔

اس کے علاوہ اوپر بیان ہونے والے خط بنام کسریٰ اور بنام ضغاطر اسقف میں بھی قرآنی آیات کا استعمال ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

۸۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مکاتیب میں مخاطب کی زبان اور لہجے کی رعایت بھی رکھتے ہیں اور بعض اوقات ان کی مقامی بولیوں کے الفاظ بھی اپنے مکاتیب میں استعمال فرماتے ہیں، مثال کے طور پر وائل بن حجر کے نام آپ کے خط کی عبارت اس طرح ہے۔

من محمد رسول اللہ علی الاقیال العباھلۃ من اھل حضرموت باقام الصلاۃ وایتاء الزکوۃ، علی التیعۃ شاۃ والتیمۃ لصاحبھا وفی السیوف الخمس، لا خلاط و لاوراط ولا شناق ولا شغار ومن اجبی فقد اربی، وکل مسکر حرام (۱۱۲)

محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جانب سے اہل حضرت موت کے بحال رہنے والے شہزادوں کے نام، نماز قائم کرنے اور زکوۃ ادا کرنے کے ساتھ ساتھ جانوروں کے ابتدائی نصاب (جس پر زکوۃ واحب ہوتی ہے) میں ایک بکری دینا واجب ہوگا، چالیس بکریوں سے اگر ایک زائد ہو تو وہ مالک کا حق ہے، اس پر زکوۃ نہیں ہوگی، تلواروں پر خمس ہوگا، خلط ملط کرنا یا جانوروں کو نشیبی جگہ کھڑا کر کے زکوۃ وصول کرنے والوں کو کم کر کے دکھانا ممنوع ہے، نہ تو دو قسم کے آدھے آدھے نصاب زکوۃ کو ملا کر ایک نصاب بنایا جائے گا اور نہ نکاح شغار (بلا مہر دٹے سٹے کی شادی) کی اجازت ہے، اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قطن بن حارثہ العلیمی کے نام جو مکتوب تحریر فرمایا تھا وہ بھی اس کی عمدہ مثال ہے۔

ذیل میں اس کا متن بھی ملاحظہ کیجئے۔

هذا كتاب من محمد رسول الله، لعمائر كلب واحلافها ومن ظأره الاسلام من غيرها مع قطن الحارثة العليمي، باقام الصلاة لوقتها وايتاء الزكاة بحقها، في شدة عقدها ووفاء عهدها، بمحضر شهود من المسلمين منهم سعد بن عبادة، وعبد الله بن انيس، ودحية بن خليفة الكلبي، عليهم في الهمولة الراعية البساط الظؤار من كل خمس شاة غير ذات عوار، والحمولة المائرة لهم لاغية، وفي الشوى الورى مسنة، حامل او حافل، وفيما سقى الجدول من العين المعين العشر من ثمرها مما اخرجت ارضها، وفي العذى شطره بقيمة الامين، فلا تزاد عليهم وظيفة ولا تفرق (۱۱۳)

یہ مکتوب محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے قبیلۂ کلب کی شاخوں ان کے حلیفوں، ان کے علاوہ دیگر مسلمانوں اور حارثہ علیمی کے خدام ومصاحبین کے لئے ہے وہ نمازوں کو ان کے اوقات میں ادا کریں اور صحیح حق سے زکوٰۃ ادا کریں اسی پر سختی سے کاربند رہیں اور عہد پورا کریں، یہ مکتوب مسلمان گواہوں کی موجودگی میں تحریر کیا گیا جن میں سعد بن عبادہ، عبداللہ بن انیس اور دحیہ بن خلیفہ الکلبی شامل ہیں، ان میں کھلی چراگاہ میں چرنے والی اونٹنیوں میں سے ہر پانچ پر ایک بکری ہے اور سبک رفتار اونٹنی شمار میں نہیں ہے۔ (یعنی سواری کے لئے مخصوص اونٹنی) اور مضبوط ہاتھ پیر والے موٹے تازے جانور پر مسنّہ، جاری چشمے [illegible] کے ذریعے سیراب ہونے والی زمین کے پھل کا دسواں حصہ (عشر) [illegible] اور بارش سے سیراب ہونے والی زمین میں انہیں کے اندازے

کے مطابق حصہ ہے، اس کی مقدار بڑھائی جائے نہ الگ کی جائے۔

۹۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطوط عموماً مختصر ہیں اور ان کی عبارت نہایت سادہ اور سلیس ہے، اور ہر بات ہر طرح کے حشو وزوائد سے پاک ہے۔ اوپر بیان ہونے والے خطوط میں یہ خوبی بھی نمایاں ہے۔

مکتوب تعزیت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکاتیب ایک خاص نوعیت کا خط تعزیتی خط ہے جو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے بیٹے کی وفات پر انہیں آپ ﷺ نے تحریر فرمایا تھا، یہ خط جہاں تعزیت ہے، وعظ و تذکیر ہے، اور صبر وضبط کی تلقین اور اجر وثواب کی بشارت ہے وہیں یہ خط فصاحت و بلاغت کا بھی عمدہ نمونہ اور ایجاز کے ساتھ ساتھ جوامع الکلم سے مزین ہے، پورا خط ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

من محمد رسول الله الی معاذ بن جبل، سلام علیک، فانی احمد الیک الله الذی لا اله الا هو، أما بعد، فاعظم الله لک الاجر، والهمک الصبر، ورزقنا وایاک الشکر، ثم ان انفسنا واهلینا وموالینا من مواهب الله السنية وعوارفه المستودعة، نمتع بها الی اجل معدود، وتقبض لوقت معلوم، ثم افترض علینا الشکر اذا اعطی، الصبر اذا ابتلی وکان ابنک من مواهب الله الهنیئة، وعوارفه المستودعة، متعک به فی غبطة وسرور، و قبضه منک بأجر کثیر، الصلاة والرحمة والهدی ان صبرت و احتسبت فلاتبجمعن علیک یا معاذ خصلتین، ان یحبط جزعک صبرک، فتندم علی مافاتک، فلو قدمت علی ثواب مصیبتک، قد اطعت ربک، وتنجرت موعوده، عرفت ان المصیبة قد قصرت عنه، اعلم ان الجزع لایرد میتا، ولا یدفع حزنا، فاحسن الجزا وتنجز للوعود. ولیذهب اسفک ماهو نازل بک فکان قد (۱۱۴)

اللہ کے رسول محمد کی طرف سے معاذ بن جبل کے نام، تم پر سلام ہو، میں تمہارے سامنے اللہ کی حمد کرتا ہوں، جس کے سوا کوئی معبود نہیں، امابعد، اللہ تمہیں اجر عظیم عطا فرمائے اور تمہارے دل کو صبر آشنا کرے اور ہمیں اور تمہیں شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، بلاشبہ ہماری جانیں اور اہل وعیال اور دوست احباب سب اللہ کی بخشی ہوئی گراں قدر نعمتیں ہیں اور اس کے احسانات ہیں جو امانت کی صورت ہمارے پاس ہیں، اور ایک مقررہ مدت تک ہمیں ان سے فائدہ اٹھانے کا موقع دیا جاتا ہے، اور پھر وقت معین پر وہ نعمتیں ہم سے لے لی جاتی ہیں، پھر یہ کہ اس نے ہم پر نعمتوں کا شکر لازم کیا ہے اور آزمائشوں پر صبر کی تلقین کی ہے، تمہارا فرزند بھی اللہ کی بخشی ہوئی انہی نعمتوں اور امانت جیسے احسانات میں سے ایک تھا، اللہ نے تمہیں اس کی خوشیاں دکھائیں اور پھر اجر کثیر کے بدلے اسے تم سے لے لیا، بشرطیکہ تم صبر اختیار کرو اور اللہ سے اجر کی امید رکھو، سواے معاذ، تم دو مصیبتیں نہ خرید لینا (یعنی محرومی اولاد اور محرومی ثواب) کہیں ایسا نہ ہو کہ جزع فزع تمہارے صبر کو برباد کردے اور بالاخر تمہیں اپنی محرومی پر ندامت ہو، اگر تمہاری توجہ اپنی مصیبت کے اجر کی طرف اس انداز میں رہی کہ تم اپنے پروردگار کی اطاعت میں لگے رہے اور اس کی جناب میں اس کا وعدہ پورا فرمانے کی استدعا کرتے رہے تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ مصیبت اجر کے مقابلے میں کم تھی، یاد رکھو کہ رونے دھونے سے مرنے والا واپس نہیں آجایا کرتا اور نہ غم غلط ہوتا ہے، سو خوبی جزا کے لئے کوشاں رہو اور (ثواب) موعود کے طلب گار بنو اور جو چیز خود تم پر وارد ہونے والی ہے۔ (یعنی موت) اس کے پیش نظر تمہارا افسوس مٹ جانا چاہئے، کیونکہ سمجھو کہ وہ اب آئی اور اب آئی۔

ادعیہ ماثورہ

دعا انسانی فطرت میں شامل اور اس کی جبلت کا حصہ ہے، انسان جب بھی کسی مشکل سے دو چار ہوتا ہے اپنے رب کو پکارتا ہے، اور دعا کے ذریعے اپنے مصائب و ابتلا کا مداوا کرنے کی کوشش کرتا

ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام جب پہلی مرتبہ آزمائش میں مبتلا ہوئے تو خود خالق کائنات نے دعا تلقین فرمائی، قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے۔

فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّہٖ کَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْہِط اِنَّہٗ ھُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُO (۱۱۵)

پھر (حضرت) آدم (علیہ السلام) نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھ لئے، اور اللہ نے ان کی توبہ قبول کرلی، بلاشبہ وہ توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ یہ چند کلمات جو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تعلیم فرمائے تھے، وہ یہ تھے،

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَO (۱۱۶)

اے ہمارے رب ہم نے اپنے اوپر بڑا ظلم کیا، اگر تو ہمیں نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ فرمائے تو ہم ضرور برباد ہوجائیں گے۔ (۱۱۷)

دعا کے لغت میں تو پکارنے اور بلانے کے معنی ہیں اور شریعت میں دعا کا اصطلاحی معنی ہے۔

الابتھال الی اللہ بالسوال والرغبة فیما عندہ من الخیر الابتھال والتضرع الیہ فی تحقیق المطلوب و ادراک المامول (۱۱۸)

سوال کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا، اللہ تعالیٰ کے ہاں موجود خیر کے حصول میں اپنی رغبت اور خواہش ظاہر کرنا، اپنے مقصد کو پانے کے لئے اللہ تعالیٰ سے آہ وزاری کرنا اور اللہ تعالیٰ سے اپنی امیدوں کی بجا آوری کا نام دعا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں بھی فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے بلند مقام رکھتی ہیں، اور یہ ادعیہ ماثورہ جو آپ ﷺ کی زبان مبارک سے ادا ہوئیں اور صحابۂ کرام کی وساطت سے ہم تک پہنچیں آج بھی تاثیر، زور بیان اور فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے نہایت بلند مرتبہ اور وقیع قدر و قیمت کی

حامل ہیں۔آپ ﷺ کی ان دعاؤں کی خوبیاں بجائے خود مفصل مطالعے کی طالب ہیں، یہ دعائیں ہمہ جہت ہیں اس اعتبار سے کہ ہر موقع کی مناسبت سے یہ دعائیں آپ ﷺ سے منقول ہیں، اور انسانی زندگی کے ہر پہلو کا احاطہ کرتی ہیں، انسان سوتے ہوئے کیا پڑھے اور بیدار ہو کر کیا کہے، خوشی کے موقع پر کیا کہے اور اظہار غم کے لئے کیا اسلوب اختیار کرے؟ سفر پر روانگی کے وقت کیا پڑھے اور واپسی پر کیا کہے، صبح کے اوقات میں کونسی دعا مانگنی ہے اور شام کے لئے کونسی دعا ہے؟ غرض حیات انسانی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جو ان کے دائرے سے باہر ہو، فصاحت و بلاغت کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی دعاؤں کا یہ ایک اہم پہلو ہے۔

دعاؤں کی اسی اہمیت کے پیش نظر آپ ﷺ نے دعا کو عبادت کا مغز قرار دیا، فرمایا،

الدعاء مخ العبادة (۱۱۹)

دعا تو عبادت کا جوہر ہے۔

اس لئے کہ یہ عابد و معبود کے درمیان براہ راست تعلق استوار کرتی ہے، اور بندے کو اپنے خالق و مالک کے ساتھ ہم کلام کرتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول دعائیں سلاست کے لحاظ سے بھی نہایت اہمیت رکھتی ہیں، ایک جانب تو ان میں معانی کا بحر ذخار مضمر ہوتا ہے مگر دوسری طرف ان کا پڑھنا اور یاد کرنا اس قدر آسان ہوتا ہے کہ عربی سے قطعاً نابلد عام شخص بھی سہولت سے انہیں یاد کر سکتا ہے، مثال کے طور پر دیکھئے۔

اللهم انی اسئلک الفوز عند القضاء، ونزل الشهداء وعيش السعداء، ومرافقة الانبياء والنصر على الاعداء (۱۲۰)

اے اللہ! میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ جب تیری قضا جاری ہو تو مجھے کامیابی سے ہم کنار کر، شہدا کا درجہ نصیب فرما، نیک لوگوں کی زندگی سے سرفراز کر، انبیاء (علیہم السلام) کی رفاقت نصیب فرما، اور دشمنوں کے خلاف میری مدد فرما۔

یہ دعا پانچ جملوں پر مشتمل ہے، اور ہماری بہت سی خواہشوں کو الفاظ کا آہنگ عطا کرتی ہے، اس کے باوجود کس قدر مختصر ہے، اور ذرا سی کاوش سے ہم اسے نہ صرف یاد کر سکتے ہیں بلکہ بوقت ضرورت دہرا بھی سکتے ہیں، یہ مثالیں آپ ﷺ کی مسنون دعاؤں میں بہ کثرت ملتی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول دعاؤں میں لفظی محاسن اور صوتی اثرات نمایاں ہیں، اکثر دعائیں ہم قافیہ اور مسجع عبارت پر مشتمل

ہیں، جن کے سبب ان میں ایک توازن اور آہنگ پیدا ہو جاتا ہے جو یاد رکھنے میں بھی مفید ثابت ہوتا ہے اور انسان زیادہ دل جمعی کے ساتھ اپنے رب کے سامنے دستِ دعا دراز کر سکتا ہے۔

پھر یہ دعائیں مختلف اقسام کے صنائع بدائع سے بھی مزین ہیں، اس حوالے سے مفصل گفتگو آگے علیحدہ عنوان کے تحت آرہی ہے، جس کے تحت زیادہ تر مثالیں آپ ﷺ کی دعاؤں ہی سے ماخوذ ہیں، یہاں کی مناسبت سے چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

صنعت لفظی ملاحظہ کیجئے، یہاں الفاظ کو مقدم و موخر کر کے معانی کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا ہے؟

اللھم انفعنی بما علمتنی، و علمنی ماینفعنی (۱۲۱)

اے اللہ جو کچھ تو نے مجھے سکھایا اس سے مجھے فائدہ عطا کر اور مجھے وہ سکھا جس سے مجھے فائدہ پہنچے۔

دو مزید مثالیں ملاحظہ کیجئے، یہاں پر صنعت لفظی و صنعت قلب دونوں موجود ہیں۔

یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک (۱۲۲)

اے دلوں کو پھیرنے والے، میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ۔

اللھم انک عفو کریم تحب العفو فاعف عنی (۱۲۳)

اے پروردگار، تو سراپا معاف کرنے والا، معاف کرنے کو پسند کرتا ہے اس لئے مجھے معاف کر دے۔

اس دعا میں تشبیہ مفرد دیکھئے۔

اللھم نقنی من الخطایای، کما ینقی الثوب الابیض من الدنس (۱۲۴)

مجھے خطاؤں سے اس طرح صاف کر دے جیسے دھونے سے سفید کپڑا میل کچیل سے صاف ہو جاتا ہے۔

اللھم باعدبینی و بین خطایای، کما باعدت بین المشرق و المغرب (۱۲۵)

اے پروردگار، میرے اور میری خطاؤں کے مابین اتنی دوری پیدا کر دے جس

قدرت نے مشرق اور مغرب کے مابین دوری پیدا کی۔

یہ چند سطور واضح کرتی ہیں کہ آپ ﷺ کی دعاؤں کا مطالعہ بھی ہمیں دیگر اصناف حدیث کی مانند عربی زبان کے نئے اسالیب، محاورات وتراکیب، مفاہیم اور نئی تشبیہات وتعبیرات سے روشناس کراتا ہے اور ادبی اعتبار سے بھی ادعیہ ماثورہ کا مطالعہ ہمارے لئے نہایت مفید اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام بلند کو واضح کرنے کے لئے کافی ہے۔

مسنون دعائیں:

ذیل میں آپ ﷺ سے منقول چند دعائیں پیش کی جاتی ہیں، جن میں فصاحت و بلاغت کے بے مثال جواہر ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَ حُسْنِ عِبَادَتِکَ (۱۲۶)

اے میرے رب! تو مجھے اپنا ذکر وشکر اور اپنی بہترین عبادت کرنے کی توفیق عطا فرما۔

اَللّٰھُمَّ بِکَ اَصْبَحْنَا وَبِکَ اَمْسَیْنَا، وَبِکَ نَحْیَا وَبِکَ نَمُوْتُ وَاِلَیْکَ الْمَصِیْرُ (۱۲۷)

اے اللہ! ہم نے تیری ہی مدد سے صبح کی اور تیری ہی مدد سے شام کی، تیرے ہی حکم سے ہم جیتے اور مرتے ہیں اور تیری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَآ اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ (۱۲۸)

تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے، جس نے ہمیں سلانے کے بعد جگا دیا اور اسی کی طرف (قیامت کے دن) زندہ ہو کر جانا ہے۔

اٰئِبُوْنَ، تَآئِبُوْنَ، عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ (۱۲۹)

ہم لوٹنے والے ہیں، توبہ کرنے والے ہیں، عبادت کرنے والے ہیں اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں۔

اَسْتَوْدِعُ اللّٰہَ دِیْنَکَ وَ اَمَانَتَکَ وَخَوَاتِیْمَ عَمَلِکَ (۱۳۰)

میں اللہ کے سپرد کرتا ہوں تمہارا دین، تمہاری امانت اور تمہارے آخری اعمال

اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ کَسَوْتَنِیْہِ اَسْأَلُکَ مِنْ خَیْرِہٖ وَخَیْرِ مَاصُنِعَ لَہٗ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّہٖ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَہٗ (۱۳۱)

اے اللہ! تیرے ہی لئے تمام تعریف ہے، تو نے مجھ کو یہ کپڑا پہنایا میں تجھ سے اس کی بھلائی مانگتا ہوں اور اس چیز کی بھلائی جس کے لئے وہ بنایا گیا ہے، اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس کے شر سے اور اس چیز کے شر سے جس کے لئے وہ بنایا گیا ہے۔

اِلْبَسْ جَدِیْدًا وَعِشْ حَمِیْدًا وَ مُتْ شَھِیْدًا (۱۳۲)

تم نیا کپڑا پہنو، خوش حال زندگی بسر کرو، اور شہادت کی موت پاؤ۔

بَارَکَ اللّٰہُ لَکَ، وَ بَارَکَ عَلَیْکَ، وَ جَمَعَ بَیْنَکُمَا فِیْ خَیْرٍ (۱۳۳)

اللہ تمہیں برکت دے اور تم پر برکت نازل فرمائے اور تم دونوں کو خیر کے ساتھ اکٹھا رکھے۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا رَحْمَۃً وَلَا تَجْعَلْھَا عَذَاباً، اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا رِیَاحًا وَلاَ تَجْعَلْھَا رِیْحًا (۱۳۴)

اے اللہ یہ ہوا ہمارے حق میں رحمت اور سامانِ حیات ہو، عذاب اور سامانِ ہلاکت نہ ہو، یہ وہ نہ ہو جس کو قرآن نے ''ریح'' کہا ہے، وہ ہو جس کو ''ریاح'' کہا ہے۔

اَللّٰھُمَّ کَمَا حَسَّنْتَ خَلْقِیْ فَحَسِّنْ خُلُقِیْ (۱۳۵)

اے اللہ! جیسے تو نے میری بناوٹ (شکل وصورت) اچھی بنائی، اسی طرح میرے اخلاق (سیرت وعادت) کو اچھا بنادے۔

اَللّٰھُمَّ لاَ سَھْلَ اِلاَّ مَا جَعَلْتَہٗ سَھْلاً، وَاَنْتَ تَجْعَلُ الْحُزْنَ اِذَا شِئْتَ سَھْلاً (۱۳۶)

اے اللہ کوئی آسانی نہیں مگر جس کو تو آسانی بنادے اور جب تو چاہے تو مشکل کو

آسان کر دے۔

کلام نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں صنائع بدائع

افصح العرب نبیؐ امی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ادا ہونے والا جملہ جہاں معنوی اعتبار سے اپنے اندر ایک جہانِ معنی رکھتا ہے، وہیں فصاحت و بلاغت اور محاسن کلام کے اعتبار سے بھی اس کا کوئی ثانی نہیں، ادبی اعتبار سے اگر کلام نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ کیا جائے تو بہت سی دلچسپ معلومات ہمارے سامنے آتی ہیں اور صنائع بدائع کا ایک دفتر ہمارے علم میں آتا ہے، ذیل میں اسی حوالے سے ایک مطالعہ پیش کیا جاتا ہے۔ (۱۳۷)

نثری کلام میں اگر مرصع اسلوب کا مطالعہ کیا جائے تو اس کی دو قسمیں ہمارے سامنے آتی ہیں، مرجز اور مسجع و مقفیٰ۔ کلام نبی ﷺ میں ان دونوں کی مثالیں بہ کثرت موجود ہیں۔

مرجز:

مرجز اس نثر کو کہتے ہیں، جس میں دو فقروں کے اکثر کلمات ہم وزن ہوں، اس میں قافئے کی پابندی ضروری نہیں ہے، احادیث میں مرجز عبارتیں بہ کثرت ملتی ہیں، اور یہ ایسے تناسب کے ساتھ ہیں کہ کلام کا حسن از خود بڑھ جاتا ہے۔

الف: ایک حدیث میں ارشاد ہے:

کلمتان خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان حبیبتان الی الرحمن، سبحن اللہ و بحمدہ سبحن اللہ العظیم (۱۳۸)

دو کلمے ایسے ہیں جو زبان پر تو (یعنی ادائیگی میں) بہت ہلکے ہیں، مگر (روز قیامت) ترازو میں وہ بہت بھاری ہوں گے، اور وہ رحمٰن کو بہت پسند ہیں، (وہ کلمے ہیں) **سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔**

ب: ایک روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

افضل الفضائل ان تصل من قطعک و تعطی من حرمک و تصفح عمن شتمک (۱۳۹)

سب سے فضیلت والا عمل یہ ہے کہ تو اس کے تعلق جوڑ جو تجھ سے قطع کرے، اور اس کو تو عطا کر جو تجھے محروم کرے، اور اس سے درگزر کر جو تجھے گالی دے۔

ج: ایک دعا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ الفاظ منقول ہیں۔

توبا توباً لربنا اوباً لا یغادر علینا حوباً (۱۴۰)

ہم توبہ کرتے ہیں، اور اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں، اے اللہ ہمیں اچانک آپڑنے والے وبال سے بچا۔

سجع:

سجع قافیہ بندی کو کہتے ہیں، یعنی ایسی عبارت جس میں قافئے کا اہتمام کیا جائے، اس کی مثالیں بھی کلام نبوی میں بہ کثرت ملتی ہیں، چند مثالیں ملاحظہ کیجیے:

الف: ایک روایت میں آتا ہے۔

الرفیق قبل الطریق (۱۴۱)

ب: ایک اور روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دعا کے الفاظ اس طرح مروی ہیں:

اعوذ باللہ من جھد البلاء و درک الشقاء وسوء القضاء وشماتۃ الاعداء (۱۴۲)

میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں، مصائب سے، بدبختی سے، اور برے فیصلے اور دشمنوں کی سازشوں سے۔

ج: اور ایک روایت میں آتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

السلام قبل الکلام، الرضاع یغیر الطباع (۱۴۳)

د: اور ایک روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دعائیہ کلمات منقول ہیں۔

رب اعط نفسی تقواھا و زکھا انت خیر من زکاھا، انت ولیھا و مولاھا (۱۴۴)

اے میرے رب، میرے نفس کو تقوے سے آراستہ فرمایا اور اس کو پاکیزہ بنا دے، تو ہی سب سے اچھا پاکیزہ بنانے والا ہے، تو ہی اس کا ولی و مالک ہے۔

تجنیس لفظی:

صنائع لفظیہ میں ایک معروف صنعت تجنیس ہے، اس کی بہت سی اقسام ہیں، جو احادیث میں بھی پائی جاتی ہے، چند کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

ا۔ تجنیس تماثل:

اس سے مراد یہ ہے کہ ایک جملے میں دو یا زائد ایسے الفاظ استعمال کئے جائیں جو ایک ہی اصل سے تعلق رکھتے ہوں، اسے اشتقاق بھی کہتے ہیں، چند مثالیں دیکھئے۔

الف:من خاف الله خوف الله منه کل شیء، ومن لم یخف الله خوفه الله من کل شیء (۱۴۵)

جو اللہ سے ڈرے گا، اللہ اس سے ہر چیز کا خوف دور کر دے گا، اور جو اللہ کا خوف نہیں رکھے گا، اللہ اس کے دل میں ہر چیز کا خوف ڈال دے گا۔

ب:اللھم حاسبنی حساباً یسیراً (۱۴۶)

اے اللہ میرا احساب آسان فرما

ج: رجل تصدق بصدقة بیمینه فاخفاها عن شماله (۱۴۷)

جب ایک شخص کسی کو داہنے ہاتھ سے صدقہ دیتا ہے تو اس کو اپنے بائیں ہاتھ سے بھی پوشیدہ رکھتا ہے۔

د:انصر اخاک ظالما او مظلوماً (۱۴۸)

اپنے بھائی کی مدد کرو، خواہ وہ ظالم ہو (اسے ظلم سے روکو) یا مظلوم۔

ھ:اللھم اھلله علینا بالیمن والایمان والسلامة والاسلام ربی وربک الله (۱۴۹)

اے اللہ، اس چاند کو امن، ایمان اور سلامتی واسلام کے ساتھ ہم پر نکال (اے چاند) میرا اور تیرا رب (ایک ہی) اللہ تعالیٰ ہے۔

۲۔ تجنیس تصحیف:

اس صفت میں دو الفاظ ایک جیسے استعمال ہوتے ہیں، ان میں فرق صرف نقطوں کا ہوتا ہے، احادیث میں یہ صفت بھی ملتی ہے، چند مثالیں دیکھئے۔

الف: ولا تحسسوا ولا تجسسوا (۱۵۰)

ب: اذهب الباس رب الناس (۱۵۱)

تکلیف دور فرما اے لوگوں کے پروردگار۔

۳۔ تجنیس تصریف:

اس تجنیس میں دو حروف قریب المخرج ہوتے ہیں، جن کی وجہ سے عبارت میں حسن پیدا ہو جاتا ہے، احادیث میں اس کی بھی کئی مثالیں ملتی ہیں۔

الف: اللهم انی اسئلک من الخیر کله عاجله و آجله (۱۵۲)

اے اللہ میں تجھ سے ہر طرح کی بھلائی مانگتا ہوں، فوری بھی اور دیر سے ملنے والی بھی۔

ب: والذی نفس محمد بیده ما امتلأت دار حبرة الا امتلأت عبرة (۱۵۳)

اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کوئی گھر خوشی سے نہیں بھرتا، مگر بالآخر وہ آنسوؤں سے بھرے گا۔

ج: اللهم بک احاول و بک اصاول و بک اقاتل (۱۵۴)

۴۔ تجنیس تحریف:

تجنیس تحریف یہ ہے کہ دو الفاظ شکل کے اعتبار سے تو ایک جیسے ہوں، مگر ان کے معنی میں کوئی مناسبت نہ ہو، احادیث میں اس کی بھی متعدد مثالیں موجود ہیں۔

الف: اللهم حسنت خلقی فحسن خلقی (۱۵۵)

اے اللہ! تو نے میری شکل صورت جیسے اچھی بنائی ہے ایسے ہی میرے اخلاق

بھی اچھے کر دے۔

ب: فلوا نفق احدکم مثل احد ذھباً مابلغ مد احدھم ولا نصیفه (۱۵۶)

تم میں سے اگر کوئی احد پہاڑ کے برابر بھی سونا اللہ کی رہ میں خرچ کرے تو بھی وہ صحابہ کے ایک مد (تقریباً تین پاؤ) کے ثواب کے برابر نہیں پہنچ سکتا، نہ اس کے نصف کے۔

۵۔ تجنیس التبدیل:

تجنیس التبدیل میں دو لفظوں کے شروع، درمیان یا آخر میں کسی حرف کی کمی یا زیادتی ہوتی ہے مثال دیکھئے۔

دعائے استسقاء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اللھم اسقنا غیثا مغیثا مریئا مریعا (۱۵۷)

۶۔ تجنیس مزاوجہ:

اس میں الفاظ کے جوڑے استعمال کئے جاتے ہیں، مثالیں دیکھئے۔

الف: دع مایریبک الی مالایریبک (۱۵۸)

اس چیز کو چھوڑ دو جو تمہیں شک وشبہ میں مبتلا کرے، اس چیز کی خاطر جو تمہیں شک میں نہ ڈالے۔

ب: من لا یرحم لا یرحم (۱۵۹)

جو کسی پر رحم نہ کرتا، اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

ج: فاتبعوا السواد الاعظم فانه من شذ شذ فی النار (۱۶۰)

سو تم سواد اعظم کی اتباع کرو، کیوں کہ جس نے اسے چھوڑا وہ آگ میں جا گرا۔

د: ان الشطان ذئب ابن آدم کذئب الغنم (۱۶۱)

بلاشبہ شیطان ابن آدم کے لئے ایسے ہی بھیڑیا ہے جیسے بھیڑیا بکریوں کے

لئے۔

ھ:الغنی غنی النفس (۱۶۲)

اصل غنا تو دل کا غنا ہے۔

صنعتِ طباق:

محاسن کلام میں سے ایک صنعتِ طباق ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ کلام میں ایسے الفاظ استعمال کئے جائیں، جو آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہوں، یہ صنعت احادیث میں بہ کثریت استعمال کی گئی ہے، چند مثالیں ملاحظہ کیجئے۔

کونوا من ابناء الآخرة ولا تکونوا من ابناء الدنیا (۱۶۳)

آخرت کے بندے بن کر رہو، دنیا کے بندے بن کر نہیں۔

اغتنم خمساً قبل خمس، شبابک قبل هرمک، و صحتک قبل سقمک، وغناءک قبل فقرک، و فراغک قبل شغلک و حیاتک قبل موتک (۱۶۴)

تم پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے قبل غنیمت سمجھو، جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، صحت کو بیماری سے پہلے، مالداری کو ناداری سے پہلے، فراغت کو مصروفیت سے پہلے، اور زندگی کو موت سے پہلے۔

ان اللہ لاینظر الی صورکم واموالکم ولکن ینظر الی قلوبکم و اعمالکم (۱۶۵)

بلا شبہ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے اموال کو نہیں دیکھتا، بلکہ وہ تو تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔

د:من تواضع للہ رفعه اللہ ومن تکبر وضعه اللہ (۱۶۶)

جس نے اللہ کے لئے عاجزی اختیار کی اللہ اسے بلند کر دیتا ہے اور جو تکبر کرتا ہے اللہ اسے پست کر دیتا ہے۔

ھ: **بشروا ولا تنفروا و یسروا ولا تعسروا (۱۶۷)**

لوگوں کو خوشخبری دو انہیں متنفر نہ کرو اور آسانیاں کرو، تنگیاں نہ کرو۔

و: **الدنیا سجن المومن وجنۃ الکافر (۱۶۸)**

دنیا مومن کے لئے قیدخانہ اور کافر کے لئے جنت ہے۔

صنعتِ اقلاب:

اس صنعت میں ایک لفظ کے حروف کو الٹ کر اور اس کے حروف کی ترتیب بدل کر دوسرا لفظ بنا دیا جاتا ہے، اس کی دو بڑی قسمیں ہیں ایک قلب کل، جس میں تمام حروف کو ترتیب سے بدل دیا جائے جیسے برق سے قرب، نوع سے عون اور دوسری قسم ہے مقلوب بعض، اس میں حروف کی ترتیب ملحوظ نہیں ہوتی، جیسے علم سے عمل، محروم سے مرحوم، کلام سے کمال وغیرہ، کلامِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ دونوں مثالیں موجود ہیں، مثال کے طور پر مقلوب بعض کی مثالیں دیکھئے۔

الف: **اللھم استر عوراتناو آمن روعاتنا (۱۶۹)**

اے اللہ ہماری پردہ پوشی فرما اور ہماری گھبراہٹ کو اطمینان سے بدل دے۔

ب: **اللہ اعلم بما کانوا عاملین (۱۷۰)**

اللہ زیادہ جانتا ہے کہ وہ (بچے جو بچپن میں وفات پا گئے بڑے ہوکر) کیسے کام کرتے؟

ج: **مامن نبی الا قد اعطی من الآیات ما مثلہ آمن علیہ البشر وانما کان الذی اوتیت وحیا اوحاہ اللہ الی (۱۷۱)**

ہر پیغمبر کو ایسی نشانیاں دی گئیں، جس پر لوگ ان سے پہلے ایمان لا چکے تھے، مگر مجھ جو کچھ دیا گیا وہ وحی ہے، جو اللہ نے میری طرف بھیجی ہے۔

صنعتِ تکرار:

کبھی کلام میں الفاظ کی تکرار سے بھی زور اور حسن پیدا کیا جاتا ہے، یہ صفت بھی احادیث میں بہ کثرت نظر آتی ہے، چند مثالیں دیکھئے۔

الف: ایک دعا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ منقول ہیں۔

اللھم انی اعوذ بک من شر سمعی، ومن شر بصری ومن شر لسانی ومن شر قلبی ومن شر منی (۱۷۲)

اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں، اپنے کانوں کی برائی سے، اور اپنی نگاہوں کی برائی سے، اور اپنی زبان کی برائی سے اور اپنے دل کی برائی سے اور اپنی شرمگاہ کی برائی سے۔

ب: اللھم اجعل فی قلبی نوراً و اجعل فی لسانی نورا واجعل فی سمعی نوراً وجعل فی بصری نوراً (۱۷۳)

ج: اللھم انی اسئلک خیرھا و خیر ما فیھا و خیر ما ارسلت بہ، و اعوذبک من شرھا و شرما فیھا وشرما ارسلت بہ(۱۷۴)

اے اللہ میں تجھ سے اس ہوا کی خیر و برکت کا سوال کرتا ہوں اور اس ہوا میں جو کچھ پوشیدہ ہے اس کی اور جس کے ساتھ وہ بھیجی جارہی ہے اس کی بھلائی مانگتا ہوں، اور اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں، اس ہوا کے شر سے اور جو کچھ اس میں پوشیدہ ہے اس کے شر سے اور جس کے ساتھ بھیجی جارہی ہے اس کے شر سے۔

ان کے علاوہ احادیث میں تشبیہات، استعارے اور تمثیلات بھی بیان ہوئی ہیں، ذیل میں ان میں سے چند کا ذکر کیا جاتا ہے۔

تشبیہات:

الف: لو توکلون علی اللہ حق توکلہ لرزقکم کما یرزق الطیر (۱۷۵)

اگر تم اللہ پر اسی طرح توکل کرتے رہے جیسا کہ اس کا حق ہے، تو تمہیں وہ اسی طرح رزق دے گا جیسا کہ وہ پرندوں کو رزق دیتا ہے۔

ب: کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل (۱۷۶)

دینا میں اس طرح رہو جیسے تم پردیسی ہو یا راہ چلتے مسافر۔

ج:علم لا ینتفع به ککنز لا ینفق منه (۱۷۷)

وہ علم جس سے نفع نہ اٹھایا جائے اس خزانے کی مانند ہے، جسے خرچ نہ کیا جائے۔

د:اصحابی کالنجوم فبأیهم اقتد یتم اهتدیتم (۱۷۸)

میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، تم ان میں سے جس کی بھی اقتدا کرو گے ہدایات پا جاؤ گے۔

استعارات:

اب کلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں استعمال ہونے والے چند استعارے ملاحظہ کیجئے:

الف:ایاکم و خضراء الدمن (۱۷۹)

تم کوڑے کے سبزے سے بچو (خوبصورت مگر بدسیرت عورت سے کنایہ)

ب:اسرعکن لحاقا بی اطولکن یداً (۱۸۰)

تم میں سے میرے ساتھ جلد ملنے والی وہ ہے جس کے ہاتھ زیادہ لمبے ہیں۔ (یہ آپ ﷺ نے ازواج مطہرات سے فرمایا تھا، اور لمبے ہاتھ سے مراد سخاوت تھی)

ج:الید العلیا خیر من الید السفلی (۱۸۱)

اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ (دینے والا ہاتھ اوپر اور لینے والا نیچے ہوتا ہے)۔

د:رویدک رفقاً بالقواریر (۱۸۲)

آہستہ چلو، جیسے آبگینوں کو لے کر چلتے ہیں (احتیاط کے ساتھ، یہاں آبگینوں سے مراد خواتین ہیں)

ھ: حبک الشی یعمی و یصم (۱۸۳)

کسی چیز کی محبت تجھے (اے انسان) اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ سید احمد الہاشمی/ جواہر البلاغہ/ بیروت، دار الکتب العلمیہ/ص ۲۸

۲۔ ایضاً/ص ۲۹

۳۔ ایضاً/ ۳۱

۴۔ جاحظ، ابوعثمان عمرو بن بحر بن محبوب، (م ۲۵۵ھ)/ البیان والتبین/ بیروت، دار والمکتبۃ الہلال، ۱۹۹۲ء/ ج ۱،ص ۱۱۲

۵۔ ایضاً

۶۔ ایضاً/ ج ۱،ص ۱۰۷

۷۔ ایضاً/ ج ۱،ص ۹۱

۸۔ ایضاً

۹۔ ایضاً

۱۰۔ ایضاً

۱۱۔ جاحظ/ ج ۱،ص ۹۸

۱۲۔ ڈاکٹر توفیق الواعی/ الخطابۃ واعداد الخطیب/ دار الیقین ،مصر ۱۹۹۹ء/ص ۴۱۵

۱۳۔ القرآن سورہ قصص، آیت ۳۴

۱۴۔ جواہر البلاغہ/ص ۵

☆ ابن سنان الخفاجی، عبداللہ بن محمد (م ۴۶۶ھ)/ سر الفصاحۃ/ قاہرہ، مصر، مکتبہ محمد علی صبیح واولادہ، ۱۹۶۹ء/ ص ۴۹

۱۵۔ جواہر البلاغہ/ص ۶

۱۶۔ ایضاً/ص ۷

۱۷۔ ایضاً/ص ۱۸

۱۸۔ ایضاً/ص ۲۷

۱۹۔ سر الفصاحۃ/ص ۴۹

۲۰۔ ڈاکٹر بدوی طبانۃ/ البیان العربی/ قاہرہ، مکتبہ الانجلو ،مصریہ، ۱۹۷۶ء/ص ۱۹۱

۲۱۔ ڈاکٹر شیخ امین بکری/ البلاغۃ العربیۃ فی ثوبہا الجدید/ بیروت، دار العلوم للملایین ،۱۹۷۹ء/ ج ۱،ص ۲۸

۲۲۔ مازن المبارک/ الموجز فی تاریخ البلاغۃ/ بیروت، دار الفکر، ۱۹۷۹ء/ص ۲۰

۲۳۔ سر الفصاحۃ/ص ۴۹

۲۴۔ قاضی عیاض/ الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ/ قاہرہ، مصطفیٰ بابی الحلبی ۱۹۵۰ء/ ج ۱،ص ۲۰

۲۵۔ القرآن، سورۂ مائدہ، آیت ۶۷

۲۶۔ القرآن، سورۂ نساء، آیت ۶۳

۲۷۔ البیان والتبیین / ج ۲، ص ۱۸

۲۸۔ القرآن، بقرہ، آیت ۲۲

۲۹۔ القرآن، سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۸۸

۳۰۔ القرآن، سورۂ نجم، آیت ۳،۴

۳۱۔ البیان والتبیین / ج ۲، ص ۱۸

۳۲۔ حمزہ بن یوسف، ابوالقاسم جرجانی (م ۳۴۵ھ) / تاریخ جرجان / بیروت، عالم الکتب، ۱۹۸۱ء/ ص ۱۸۷، رقم ۲۵۵

۳۳۔ شوقی ضیف / تاریخ الادب العربی / مصر، ۱۹۶۳ء / ج ۱، ص ۳۴۔ ☆ عجلونی / کشف الخفا / بیروت، مکتبہ دارالتراث / ج ۱، ص ۴۷

۳۴۔ ابن الجوزی / الوفا باحوال المصطفیٰ / ج ۲، ص ۴۵۶

۳۵۔ الشفاء / ج ۱، ص ۴۷

۳۶۔ بکری امین / ادب الحدیث النبوی / قاہرہ، مصر، ۱۹۷۵ء / ص ۱۷۱

۳۷۔ البیان والتبیین / ج ۲، ص ۱۴

۳۸۔ ایضاً / ج ۳، ص ۱۴۵

۳۹۔ قاضی عیاض / ج ۱، ص ۴۴

۴۰۔ طبرانی، سلیمان بن احمد بن ایوب ابوالقاسم (م ۳۶۰ھ) / المعجم الکبیر / موصل، مکتبۃ العلوم والحکم، ۱۹۸۳ء / المعجم الکبیر / ج ۶، ص ۳۵

۴۱۔ ایضاً

۴۲۔ قاضی عیاض / الشفاء / ج ۱، ص ۴۷

۴۳۔ ابن الجوزی / الوفا باحوال المصطفیٰ / ج ۲، ص ۴۵۶

☆ ابن الجوزی / صفوۃ الصفوۃ / بیروت، دارالمعرفہ ۱۹۷۹ء / ج ۱، ص ۲۰۲

۴۴۔ الوفا / ایضاً

۴۵۔ ایضاً

۴۶۔ البیان / ج ۲، ص ۱۸۰

۴۷۔ ایضاً / ج ۱، ص ۱۱۲

۴۸۔ ابن حبان / ج ۷، ص ۳۱، رقم ۲۷۹۱۔ ابویعلیٰ / ج ۳، ص ۲۰۶، رقم ۱۶۴۲

۴۹۔ خالد علوی / انسان کامل / لاہور، الفیصل، ۲۰۰۱ء / ص ۱۳۴

۵۰۔ ترمذی/ ج ۴،ص ۳۸۸،رقم ۲۸۶۲ ☆ابوداؤد/ ج ۴،ص ۳۳۰،رقم ۵۰۰۵
۵۱۔ تفسیر قرطبی/ ج ۱۲،ص ۲۸۱
۵۲۔ فیض القدیر/ ج ۳،ص ۳۷۸ ☆ کشف الخفاء/ ج ۱،ص ۲۲۶
۵۳۔ ترمذی/ رقم ج ۳،ص ۴۰۹،رقم ۲۰۲۵۔
۵۴۔ ابن اثیر، مجد الدین ابوالسعادات بن محمد الجزری، (م ۶۰۶ء)/ النہایہ/قم، ایران، موسسۃ اسماعیلیان/ ج ۱،ص ۲۰۹ و ج ۲،ص ۴۵۳
۵۵۔ دارمی/ ج ۱،ص ۴۴۰،رقم ۱۵۵۶
۵۶۔ ترمذی/ ج ۴،ص ۲۸۰،رقم ۲۶۲۵
۵۷۔ عباس محمود عقاد/عبقریۃ محمد ﷺ/ص ۱۷
۵۸۔ مثلاً احمد فتحی زغلول پاشا نے ڈاکٹر گستاؤ لیبان کی فرانسیسی میں لکھی ہوئی کتاب کا عربی میں جوامع الکلم کے نام سے ترجمہ کیا، دیکھئے: شرف الدین اصلاحی/حضور ﷺ کے جوامع الکلم/مشمولہ نقوش رسول نمبر/ مدیر محمد طفیل/ لاہور، ادارۂ فروغ اردو، ۱۹۸۵/ ج ۸،ص ص ۵۴۰
۵۹۔ البیان والتبین/ ج ۲،ص ۲۷
۶۰۔ محمد عطیہ الابراشی/عظمۃ الرسول/ص ۷۷
۶۱۔ امام غزالی، ابوحامد محمد بن محمد (م ۵۰۵ھ)/ احیاء علوم الدین/مصر، مصطفیٰ البابی الحلبی، ۱۹۳۹ء/ ج ۲،ص ۳۶۴
۶۲۔ خفاجی، احمد شہاب الدین/نسیم الریاض فی شرح الشفا للقاضی عیاض/ ملتان، ادارۂ تالیفات اشرفیہ/ ج ۱،ص ۴۰۸
۶۳۔ ابن حبان/ ج ۱۴،ص ۳۱۱،رقم ۶۴۰۱۔ ☆مسلم/ ج ۱،ص ۳۰۳،رقم ۵۲۳۔
☆ ترمذی/ ج ۳،ص ۱۹۷،رقم ۱۵۵۹
۶۴۔ بخاری/ ج ۶،ص ۲۵۷۳،رقم ۶۶۱۱
۶۵۔ الدارقطنی/ ج ۴،ص ۱۴۴
۶۶۔ ابن حبان/ ج ۱۲،ص ۱۹۷،رقم ۵۳۷۶۔ اور سنن الکبریٰ بیہقی میں اوتی کی جگہ اعطی ہے دیکھئے/ ج ۸، ص ۲۹۱،رقم ۱۷۱۴۰۔ نیز عبدالرزاق کے ہاں اعطیت جوامع الکلم و فواتحہ ہے، ملاحظہ کیجئے: ج ۶،ص ۱۱۳،رقم ۱۰۱۶۳۔ اور ابن ابی شیبہ کے ہاں اوتیت جوامع الکلم و فواتحہ و خواتمہ کے الفاظ ہیں۔ ابن ابی شیبہ، ابوبکر عبداللہ بن محمد (م ۲۳۵ھ)/ المصنف/ ریاض، مکتبۃ الریاض، ۱۴۰۹ھ/ ج ۶،ص ۳۱۷،رقم ۳۱۷۳۵۔
۶۷۔ عباس محمود العقاد/عبقریۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم/ بیروت المکتبہ العصریہ، ۲۰۰۰ء/ص ۸۷
۶۸۔ قاضی عیاض/ الشفاء/ ج ۱،ص ۱۷۳

۶۹۔ مصطفیٰ الصادق الرافعی/ اعجاز القرآن والبلاغۃ النبویۃ/ بیروت، الکتاب العربی، ۱۹۹۰ء/ ص ۳۰۰
۷۰۔ ترمذی/ ج ۳، ص ۴۰۱، رقم ۲۰۰۴۔ ☆ ابن ابی شیبہ/ ج ۷، ص ۲۶۰، رقم ۳۵۸۷۶
۷۱۔ دیلمی/ الفردوس/ ج ۴، ص ۳۵۰، رقم ۷۰۱۴۔ ☆ کشف الخفاء/ ج ۲، ص ۳۴۳، رقم ۲۸۸۶
۷۲۔ مسند شہاب/ ج ۱، ص ۳۳۸، رقم ۵۸۱۔ ☆ شعب الایمان/ ج ۴، ص ۲۴۱، رقم ۴۹۳۲
۷۳۔ بیہقی کبریٰ/ ج ۳، ص ۲۷۳، رقم ۵۸۹۷
۷۴۔ القاضی عیاض فی الشفا/ ج ۱، ص ۱۸۵
۷۵۔ جامع معمر بن راشد/ الجامع/ ج ۱۱، ص ۱۱۶، رقم ۲۰۰۷۶۔ ☆ معجم الکبیر/ ج ۳، ص ۱۷۴
۷۶۔ بخاری/ ج ۲، ص ۸۶۴، رقم ۲۳۱۵
۷۷۔ ابوداؤد/ ج ۲، ص ۳۳۹، رقم ۲۴۸۷۔ ☆ احمد/ ج ۲، ص ۳۶۶، رقم ۶۵۸۸
۷۸۔ مسند شہاب/ ج ۲، ص ۷۳، رقم ۹۰۶۔ ☆ حلبی/ ج ۳، ص ۳۳۹۔ ☆ تاریخ طبری/ ج ۳، ص ۴۰۹
۷۹۔ بخاری/ ج ۵، ص ۲۲۷۱، رقم ۵۷۸۲۔ ☆ ابن ماجہ/ ج ۴، ص ۶۱۸، رقم ۳۹۸۲
۸۰۔ المعجم الکبیر/ ج ۱۰، ص ۱۰۸
۸۱۔ مسلم/ ج ۴، ص ۲۰۴، رقم ۲۶۴۰۔ ☆ بخاری/ ج ۵، ص ۲۲۸۳، رقم ۵۸۱۶۔
۸۲۔ ابن ماجہ/ ج ۴، ص ۵۴۰، رقم ۳۷۴۵۔ ☆ ابوداؤد/ رقم ۵۱۲۸۔ ☆ ترمذی/ ج ۴، ص ۳۷۵، رقم ۲۸۳۱۔
۸۳۔ مسند شہاب/ ج ۲، ص ۱۴۵، رقم ۱۹۵، ☆ صفوۃ الصفوۃ/ ج ۱، ص ۲۰۴۔ ☆ کشف الخفاء/ ج ۲، ص ۴۳۳
۸۴۔ البیان والتبیین/ ج ۲، ص ۱۵
۸۵۔ ابن حبان/ ج ۲، ص ۳۷۷، رقم ۶۱۲۔ ابن ماجہ/ ج ۴، ص ۱۲۷، رقم ۴۲۵۲
۸۶۔ جاحظ/ البیان والتبیین/ ج ۲، ص ۱۵
۸۷۔ ایضاً/ ص ۱۲،
۸۸۔ ابن حبان/ ج ۱۵، ص ۵۲۴، رقم ۷۰۴۹۔ ☆ حمیدی/ ج ۱، ص ۲۱۸، رقم ۴۵۹
۸۹۔ مسند شہاب/ ج ۲، ص ۴۶، ۸۵۵۔ ☆ تاریخ بغداد/ ج ۱۳، ص ۹۹
۹۰۔ حاکم، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ، النیسابوری/ المستدرک/ بیروت، دارالکتب العلمیہ، ۱۹۹۰ء/ ج ۲، ص ۳۹۷، رقم ۳۳۸۶۔ ☆ البدایہ/ ج ۸، رقم ۱۷۶
۹۱۔ حلبی/ ج ۲، ص ۲۹
۹۲۔ البیان والتبیین/ ج ۲، ص ۱۲
☆ ابن الجوزی (م ۵۹۷ھ) الوفا باحوال المصطفیٰ/ فیصل آباد، مکتبہ نوریہ رضویہ، ۱۹۷۷ء/ ج ۲، ص ۴۵۶
۹۳۔ القرآن، سورۂ ہود ۴۱
۹۴۔ القرآن، سورۂ اسراء، آیت ۱۱۰
۹۵۔ القرآن، سورۂ نمل، آیت ۳۰

۹۶۔ محمد بن سعد بن منیع الہاشمی البصری (م ۲۳۰ھ)/ الطبقات الکبریٰ/ بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۷ء/ ج ۱/ص ۲۰۲
۹۷۔ الوثائق السیاسیہ/ص ۲۲۷
۹۸۔ ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم (م ۱۸۲ھ)/ کتاب الخراج/ بیروت، دار المعرفہ/ص ۱۳۱
☆۔ الوثائق السیاسیہ/ص ۱۴۸، رقم الوثیقہ ۵۹
۹۹۔ الوثائق السیاسیہ/ص ۲۲۱، رقم الوثیقہ ۱۰۹
۱۰۰۔ المنتخب من کتاب ازواج النبی ﷺ/ص ۵۶ ☆ الوثائق السیاسیہ/ص ۱۳۵، رقم الوثیقہ ۴۹
۱۰۱۔ مسلم/ ج ۳، ص ۱۸۳، رقم ۱۷۷۳۔ ☆ بخاری/ ج ۱، ص ۹، رقم ۷۔
۱۰۲۔ حاکم/ المستدرک/ ج ۳، ص ۳۰۶، رقم ۵۱۹۳۔ المعجم الکبیر/ ج ۲۰، ص ۱۵۵۔ ہیثمی، نور الدین علی بن ابو بکر (م ۸۰۷ھ)/ مجمع الزوائد/ بیروت، دار الفکر، ۱۹۹۴ء/ ج ۳، ص ۸۱، رقم ۳۹۵۶
۱۰۳۔ ابن ہشام/ السیرۃ النبویہ/ ج ۴، ص ۲۱۷
۱۰۴۔ ڈاکٹر خورشید رضوی/ مکاتیب نبوی کا ادبی پہلو/ مشمولہ سہ ماہی فکر و نظر، سیرت نمبر/ مدیر، ڈاکٹر صاحبزادہ ساجد الرحمٰن/ ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد/ جولائی، دسمبر ۱۹۹۲ء/ص ۶۴
۱۰۵۔ مکتوب بنام کسریٰ، تاریخ طبری/ ج ۲، ص ۱۳۲
۱۰۶۔ ملاحظہ کیجئے حوالہ نمبر ۹
۱۰۷۔ حلبی/ ج ۳، ص ۲۹۳۔ الوثائق السیاسیہ/ص ۹۹، رقم الوثیقہ ۲۱۔ زرقانی/ ج ۳، ص ۳۴۳
۱۰۸۔ الطبقات/ ج ۱/ص ۲۱۱
۱۰۹۔ تاریخ طبری/ ج ۲، ص ۱۳۲
۱۱۰۔ ملاحظہ کیجئے حوالہ نمبر ۸ و ۹
۱۱۱۔ الطبقات/ ج ۱، ص ۲۰۹
۱۱۲۔ البیان والتبیین/ ج ۲، ص ۱۹۔ طبقات/ ج ۱، ص ۲۱۹
۱۱۳۔ الوثائق السیاسیہ/ص ۲۹۷، رقم الوثیقہ ۱۹۲۔
☆ خفاجی، احمد شہاب الدین/ نسیم الریاض فی شرح الشفا للقاضی عیاض/ ملتان، ادارہ تالیفات اشرفیہ/ ج ۱، ص ۳۸۹
۱۱۴۔ حضرت معاذ ابن جبل کے نام آپ ﷺ کا یہ مکتوب معتدد کتب میں مروی ہے، بعض حوالے حوالہ نمبر ۱۰ پر بیان ہو چکے ہیں، لیکن یہاں پر یہ عبارت احمد زکی صفوت/ جمہرۃ رسائل العرب/ بیروت، المکتبہ العلمیہ، ۱۹۳۷ء/ ج ۱، ص ۶۶ سے نقل کی گئی ہے کہ اس کا متن زیادہ مفصل ہے۔
۱۱۵۔ القرآن، سورۂ بقرہ، آیت ۳۷
۱۱۶۔ القرآن، سورۂ اعراف، آیت ۲۳

۱۱۷۔ مفتی محمد شفیع/ معارف القرآن/ ادارۂ معارف، کراچی/ ج۱،ص ۱۹۹
۱۱۸۔ الطنطاوی الدکتور محمد السید/ الدعاء/ القاہرہ، الامانۃ العامہ نشر الثقافۃ الاسلامیہ، ۱۹۷۶ء/ص ۱۱
۱۱۹۔ ترمذی/ ج۵،ص ۲۴۳، رقم ۳۳۸۲
۱۲۰۔ المعجم الکبیر/ ج۱۰،ص ۲۸۳ ☆ ابن خذیمہ/ ج۲،ص ۱۶۶، رقم ۱۱۱۹
۱۲۱۔ حاکم/ ج۱،ص ۶۹۰، رقم ۱۸۷۹۔ ☆ ترمذی/ ج۵،ص ۳۴۳، رقم ۳۶۱۰،
۱۲۲۔ ترمذی/ ج۵،ص ۳۳۹، رقم ۳۵۹۸
۱۲۳۔ ترمذی/ ج۵،ص ۳۰۶، رقم ۳۵۲۴۔
۱۲۴۔ مسلم/ ج۱،ص ۳۴۰، رقم ۵۹۸
۱۲۵۔ ایضاً
۱۲۶۔ ابوداود/ ج۱،ص ۵۶۳، رقم ۱۵۲۲
۱۲۷۔ ترمذی/ ج۵،ص ۲۵۲، رقم ۳۴۰۲، ☆ ابوداوٗد/ ج۴،ص ۳۵۰، رقم ۵۰۶۸
۱۲۸۔ ترمذی/ ج۵،ص ۲۶۳، رقم ۳۴۲۸، ☆ ابوداود/ ج۴،ص ۳۴۴، رقم ۵۰۴۹
۱۲۹۔ مصنف عبدالرزاق/ ج۵،ص ۱۵۸، رقم ۹۲۴۰
۱۳۰۔ ابن ماجہ/ ج۳،ص ۲۴۰، رقم ۲۸۲۶
۱۳۱۔ ابوداود/ ج۴،ص ۳، رقم ۴۰۲۰
۱۳۲۔ احمد/ ج۲،ص ۲۱۵، رقم ۵۵۸۸
۱۳۳۔ ابوداود/ ۲،ص ۲۰۸، رقم ۲۱۳۰
۱۳۴۔ مشکوٰۃ فی الصلاۃ، باب فی الریاح
۱۳۵۔ نووی/ الاذکار/ص ۲۸۵
۱۳۶۔ الاذکار/ص ۱۲۳
۱۳۷۔ اس مضمون کی تیاری میں حضرت ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کے دو مضامین سے بہت مدد لی گئی، ۱۔ قرآن اور حدیث میں صنائع بدائع/ مشمولہ تنقید و تحقیق/ ترتیب ڈاکٹر اسلم فرخی/ کراچی، شہزاد، ۲۰۰۱ء/ص ۱۶۹ تا ۱۷۳، اور زبان و ادب پر اسلام کے احسانات/ مشمولہ باقیات/ ترتیب، حافظ منیر احمد خاں/ حیدر آباد، المصطفیٰ پبلی کیشنز، ۲۰۰۱ء/ص ۱۳۰، ۱۳۲
۱۳۸۔ بخاری/ ج۵،ص ۲۳۵۲، رقم ۶۰۴۳ ☆ مسلم/ ج۴،ص ۲۳۲، رقم ۲۶۹۴
۱۳۹۔ طبرانی/ المعجم الکبیر/ ج۲۰،ص ۱۸۸
۱۴۰۔ ابی یعلیٰ/ المسند/ ج۴،ص ۲۴۱، رقم ۲۳۵۵ ☆ ابن ابی شبیہ/ المصنف/ ج۶،ص ۵۳۵، رقم ۳۳۶۲۷
۱۴۱۔ مجمع الامثال/ ج۱،ص ۱۷۲
۱۴۲۔ نووی/ الاذکار/ رقم ۳۶۲

۱۴۳۔ مسند شہاب/ ج۱،ص۵۶، رقم ۳۴
۱۴۴۔ احمد/ المسند/ ج۷،ص۳۰۰، رقم ۲۵۲۲۹
۱۴۵۔ مسند شہاب/ ج۱،ص۲۶۵، رقم ۴۲۹
۱۴۶۔ ابن خزیمہ/ الصحیح/ ج۲،ص۳۰، رقم ۸۴۹
۱۴۷۔ بیہقی/ شعب الایمان/ ج۱،ص۴۸۷، رقم ۷۹۴
۱۴۸۔ ترمذی/ السنن/ ج۴،ص۱۱۲، رقم ۲۲۶۲ ☆ بخاری/ ج۲،ص۸۶۳، رقم ۲۳۱۱
۱۴۹۔ ترمذی/ ج۵،ص۲۸، رقم ۳۴۶۲
۱۵۰۔ مسلم/ الصحیح/ ج۴،ص۱۷۰، رقم ۲۵۶۳ ☆ بخاری/ ج۶،ص۲۴۷۴، رقم ۶۳۴۵،
۱۵۱۔ مسلم/ ج۳،ص۴۲۴، رقم ۲۱۹۱ ☆ ترمذی/ ج۵،ص۳۳۰، رقم ۳۵۷۶
۱۵۲۔ ابن ماجہ/ ج۴،ص۵۶۹، رقم ۳۸۴۶
۱۵۳۔ ابن مبارک/ کتاب الزہد/ ص۸۹، رقم ۲۶۳ ☆ مسند شہاب/ ج۲،ص۲۱، رقم ۸۰۳
۱۵۴۔ دارمی/ السنن/ ج۲،ص۱۴، رقم ۲۸۵
۱۵۵۔ ابی یعلی/ ج۹،ص۹، رقم ۵۰۷۵ ☆ ابن حبان/ ج۳،ص۲۳۹، رقم ۹۵۹
۱۵۶۔ ابوداؤد/ ج۴،ص۲۲۱، رقم ۴۶۵۸،
۱۵۷۔ ابن ابی شیبہ/ ج۲،ص۳۲۴، رقم ۳۱۷۷ ☆ ابوداؤد الطیالسی/ المسند/ ج۱،ص۱۶۶، رقم ۱۱۹۹،
۱۵۸۔ ابن خزیمہ/ ج۴،ص۵۹، رقم ۲۳۴۸ ☆ حاکم المستدرک/ ج۱،ص۱۱۶، رقم ۱۶۶
۱۵۹۔ مسلم/ ج۴،ص۴۸، رقم ۲۳۱۸ ☆ بخاری/ ج۵،ص۲۲۳۹، رقم ۵۶۶۷
۱۶۰۔ حاکم/ ج۱،ص۱۹۹، رقم ۳۹۱
۱۶۱۔ عبدالرزاق/ المصنف/ ج۱،ص۵۲۱، رقم ۱۹۹۷
۱۶۲۔ احمد/ ج۲،ص۴۸۲، رقم ۸۲۷۸
۱۶۳۔ حلیۃ الاولیاء/ ج۱،ص۲۶۵
۱۶۴۔ حاکم/ ج۴،ص۳۴۱، رقم ۷۸۴۶ ☆ بیہقی/ شعب الایمان/ ج۷،ص۲۶۳، رقم ۱۰۲۴۸
۱۶۵۔ مسلم/ ج۴،ص۱۷۱، رقم ۲۵۶۴
۱۶۶۔ مسند شہاب/ ج۱،ص۲۱۹، رقم ۳۴۴
۱۶۷۔ مسلم/ ج۳،ص۱۵۸، رقم ۱۷۳۲ ☆ ابوداؤد/ ج۴،ص ص۲۸۰، رقم ۴۸۳۵
۱۶۸۔ مسلم/ ج۴،ص۳۸۰، رقم ۲۹۵۶ ☆ ترمذی/ ج۴،ص۱۴۵، رقم ۲۳۳۱
۱۶۹۔ احمد/ ج۳،ص۳۶۹، رقم ۱۰۶۱۳
۱۷۰۔ نسائی/ السنن الکبریٰ/ ج۱،ص۶۳۳، رقم ۲۰۷۷ ☆ حمیدی/ المسند/ ج۲،ص۴۷۳، رقم ۱۱۱۱
۱۷۱۔ نسائی/ الکبریٰ/ ج۵،ص۳، رقم ۷۹۷۷ ☆ ابی عوانہ/ ج۱،ص۱۰۲، رقم ۳۲۷

۱۷۲۔ ابوداؤد/ ج۱،ص ۲۹۷، رقم ۱۵۵۱
۱۷۳۔ بخاری/ ج ۵،ص ۲۳۴۷، رقم ۵۹۵۷
۱۷۴۔ مسلم/ ج۱،ص ۳۱، رقم ۸۹۹
۱۷۵۔ ابن حبان/ ج ۲،ص ۵۰۹، رقم ۷۳۰ ☆ حاکم/ ج ۴،ص ۳۵۴، رقم ۷۸۹۴
۱۷۶۔ ابن حبان/ ج ۲،ص ۱۷۴، رقم ۶۹۸ ☆ ابن ماجہ/ ج ۴،ص ۶۷۳، رقم ۴۱۱۴، رقم ۴۱۱۴
۱۷۷۔ مسند شہاب/ ج ۱،ص ۱۸۰، رقم ۲۶۳
۱۷۸۔ کشف الخفاء/ ج ۱،ص ۱۴۷
۱۷۹۔ مسند شہاب/ ج ۲،ص ۹۶، رقم ۹۵۷ ☆ ابوالحسن بن عبدالرحمٰن بن حلاد (م ۵۷۶)/ امثال الحدیث/ بیروت، موسسۃ الکتب الثقافیہ، ۱۴۰۹ھ/ص ۱۲۱، رقم ۸۴
۱۸۰۔ مسلم/ رقم ۲۴۵۲
۱۸۱۔ مسلم/ ج ۲،ص ۱۰۴، رقم ۱۰۳۲ ☆ بخاری/ ج ۲،ص ۵۱۸، رقم ۱۳۶۱
۱۸۲۔ حلبی/ ج ۲،ص ۴۲۹
۱۸۳۔ ابوداؤد/ ج ۴،ص ۳۷۰، رقم ۵۱۳۰

احسن البیان فی تفسیر القرآن

پارہ عم

سید فضل الرحمٰن

درسی خصوصیات اور نصابی تقاضوں کے عین مطابق

صفحات: ۳۸۴ قیمت: ۱۸۰/روپے

فرہنگ سیرت

حافظ سید فضل الرحمن

اپنے موضوع پر ایک منفرد، جامع اور نئی پیشکش

صفحات: ۳۲۸ قیمت: ۱۵۰/روپے

زوار اکیڈمی پبلی کیشنز

اے۔۴/۱۷، ناظم آباد نمبر۴، کراچی۔ فون: ۶۶۸۴۷۹۰